بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے چالیس سال

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

480

رجب ۱۴۲۶ھ

اگست 2005

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ---- 40
شمارہ نمبر ---- 11
رجب --- ۱۴۲۶ھ
اگست --- ۲۰۰۵ء

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: مدارس اسلامیہ کے خلاف مغربی ممالک اور حکمرانوں کی مشترکہ یلغار۔
خادم الحرمین الشریفین شاہ فہدؒ بن عبدالعزیزؒ کی رحلت .... راشد الحق سمیع ۲
مولانا سمیع الحق صاحب کے نام شاہ فہدؒ اور نئے حکمران شاہ عبداللہ کے خطوط .... ادارہ ۷
عالم اسلام کے بدلتے حالات پر مولانا سمیع الحق کا مغربی میڈیا سے مکالمہ .... (انٹرویو) ۹
وقت کا زبردست چیلنج اور اس کا مقابلہ .... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۱۷
اتباع سنت مشعل راہ .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب ۱۹
عالم اسلام صلیبی دہشت گردی کے نرغہ میں ...... (قسط۲) ...... مرتب: مولانا محمد عرفان الحق ۲۳
حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تعین قرآن و حدیث کی روشنی میں .... ڈاکٹر دلشاد بیگم ۳۱
محمد مرمڈیوک پکتھال کی علمی و قرآنی خدمات .... ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری ۳۷
جمعیت کا سرفروش مجاہد مولانا حافظ خواجہ محمد صادقؒ .... پروفیسر ہارون الرشید تبسم ۴۱
جبری اور اختیاری پراویڈنٹ فنڈ اور کاشتکاری میں عشر کی ذمہ داری؟ ...... مفتی مختار اللہ حقانی ۴۴
موبائل فون ___ کتنا مفید کتنا مضر؟ .... ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی ۵۴
دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۵۷
تبصرہ کتب .... مدیر کے قلم سے ۶۱

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200 بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

مدارس اسلامیہ کے خلاف مغربی ممالک اور حکمرانوں کی مشترکہ یلغار

امریکہ' مغربی ممالک اوران کے دباؤ پر ہمارے حکمرانوں نے اس بات کا تہیہ کررکھا ہے کہ دنیا سے اسلام کی بچی کچھی طاقت اور مراکز دینیہ کی روح کو کسی نہ کسی طریقے سے ختم کی جائے۔ یوں تو اسلام روزِ اول ہی سے دشمنوں' منافقوں اور طاغوتی قوتوں کا نشانہ ستم بنا رہا ہے لیکن امت مسلمہ اور اسلام پر اس سے پہلے اتنا کڑا وقت کبھی نہیں آیا تھا جیسا کہ موجودہ ستم ایجاد عہد میں اس کے ساتھ ہورہا ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ مسلمان کرہ ارض پر اس وقت سب سے زیادہ مظلوم و مجبور ہیں اور الٹا انہیں انتہا پسند' دہشتگرد' جارح اور ظالم بھی کہا جارہا ہے۔ اگر مسلمان اس جبر وتشدد پر فریاد کریں یا آہ و نالہ کریں تو ظالم قوتیں اس پر بھی سیخ پا ہوتی ہیں کہ مسلمانوں کو فریاد کرنے اور اپنے دفاع کا حق بھی حاصل نہیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

عالمی سطح پر عراق کی مقتل گاہ کا خون آشام منظر خون کے آنسو رلا رہا ہے اور افغانستان کے زخم دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ فلسطین' کشمیر' چیچنیا ور دیگر ممالک میں بھی خونِ مسلم کی ہولی کھیلی جارہی ہے اور مغربی میڈیا اسلام کے پرخچے منفی پروپیگنڈے کے ذریعے اڑا رہا ہے۔ لندن کے بم دھماکے جو ایک منصوبے کے تحت کرائے گئے اس کا ملبہ بھی گیارہ ستمبر کے واقعے کی طرح مسلمانوں پر ڈال دیا گیا ہے اور اس واقعے کو بنیاد بنا کر انگلینڈ اور دنیا بھر میں مسلم تارکین وطن کا جینا دوبھر کیا جارہا ہے اور ظلم یہ ہے کہ ایک گہری سازش کے ذریعے برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیر نے بغیر کسی ثبوت کے اس کا سارا ملبہ پاکستان کے دینی مدارس پر ڈال دیا ہے۔ اور مدارس اسلامیہ کے خلاف کھل کر اس کا خبث باطن سامنے آگیا ہے۔ حالانکہ ان واقعات میں کوئی بھی پاکستانی شہری یا عالمِ دین یا مدرسے کا طالب علم تک ملوث نہیں پایا گیا۔ لیکن پھر بھی اسوقت سارا دباؤ اور ساری جارحانہ کاروائیاں مدارس اسلامیہ اور علماء وطلباء کے خلاف کی جارہی ہیں۔ پاکستانی حکمرانوں نے بھی اس کہاوت کے مطابق کہ کان کو ہاتھ لگائے بغیر ہی کتے کے پیچھے بھاگنا شروع کردیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ واقعی وہ میرا کان لے گیا ہو۔

حکمران ان دنوں مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے اسلامی شعائر، مساجد، مدارس اور دینی رسائل و جرائد و اخبارات کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا کئے ہوئے ہیں۔ غیر ملکی طلباء جو دینی علوم کے لئے کئی دہائیوں سے پاکستان کے دینی مراکز سے استفادہ کے لئے دنیا بھر سے آتے رہتے ہیں ان کے اخراج کا بھی یکا یک فیصلہ کرلیا گیا۔ یہ ایک ظلم عظیم ہے اور یہ ناانصافی پر مبنی اقدام علم اور اسلام دشمنی کا بدترین نمونہ ہے۔ اس اقدام سے حکومت کے عزائم قوم کے سامنے پوری طرح عیاں ہوگئے ہیں کہ حکمران مغربی آقاؤں کے اشارے پر یہ سب کچھ کررہے ہیں۔ اسی طرح دینی مدارس کے حامل سند یافتہ افراد کو بلدیاتی الیکشن سے آؤٹ کرنا اور انہیں روزگار اور دیگر تمام شعبوں سے نکال دینے کا سپریم کورٹ کا ظالمانہ فیصلہ بھی حکمرانوں کی ایماء پر کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے دینی مدارس کے حامل افراد کو بے وقعت کیا جارہا ہے۔ اور علماء وطلباء کو سیاست اور قومی ادارے سے الگ تھلگ کرکے دیوار سے لگانے کی کوششیں ہورہی ہیں۔ اور نئے آنے والے طلباء کی حوصلہ شکنی بھی کی جارہی ہے۔ اس فیصلہ پر امریکی حکومت کے اہم ترجمان نے خوشی کا اظہار بھی گزشتہ دنوں کیا ہے کہ ''سپریم کورٹ کے فیصلے سے پارلیمنٹ میں انتہاء پسندوں کا راستہ اور داخلہ رک جائے گا۔ اور پاکستان میں انتہاء پسندوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور قوت کو نقصان ہوگا۔''

اسی طرح امریکہ تعلیمی نصاب میں تبدیلی کے احکامات بھی صادر کررہا ہے کہ قرآن و حدیث سے یہود و نصاریٰ کے متعلق مواد کو بھی (نعوذ باللہ) حذف کیا جائے اور جہاد کے احکام ساقط کئے جائیں۔ اس تازہ ''فرمان'' پر وفاقی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی نے فوراً لبیک کہتے ہوئے احکامات صادر بھی کردیئے ہیں اور امریکی حکومت کو اس بات کا عندیہ بھی دے دیا گیا ہے کہ ہم بہت جلد اپنے تعلیمی نصاب سے یہ مواد چند دنوں میں حذف کردیں گے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اسی طرح صدر مملکت نے مدارس آرڈیننس کے ذریعے دینی مدارس پر قبضہ کرنے کے لئے ایک منظم منصوبہ تیار کیا ہے جس کے نفاذ سے دینی مدارس کی آزاد حیثیت بالکل ختم ہوجائے گی۔ اور اس پر دوسرے لفظوں میں حکومت کا مکمل کنٹرول ہوجائے گا۔ اور حکومت کی منشاء پر اس کے نصاب میں تبدیلیاں لائی جائیں گی، اور چندہ دہندگان کے کوائف بھی اس نئے قانون کے تحت حکومت کو دینے ہوں گے تاکہ بعد میں ان کے خلاف بھی کاروائی کی جائے۔ اسی طرح اس آرڈیننس میں اور بھی کئی متنازعہ امور ایسے ہیں جن پر وفاق المدارس العربیہ اور مدارس دینیہ کو شدید اعتراض ہے۔ یہ آرڈیننس اصل میں مدارس سے خودمختاری، آزادی، اور دینی روح قبض کرنے کی ایک ناپاک کوشش ہے۔ حکمران کھلم کھلا اسلام دینی مدارس اور مشرقی روایات کا مذاق عوامی اجتماعات میں اڑا رہے ہیں اور ڈھول کی تھاپ پر رقص کررہے ہیں تاکہ مغرب کو خوش اور اللہ کو ناراض کیا جائے۔ حکمران کھل کر مدارس اسلامیہ کے خلاف سامنے آگئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے خبث باطن کا کھل کر اظہار شروع کردیا ہے۔ اور آئے روز نت نئے الزامات اور اقدامات مدارس اسلامیہ کے خلاف ہورہے ہیں۔

ان دنوں دینی مدارس کا وجود شدید خطرات میں گھرا ہوا ہے۔عالم کفر اور پاکستانی حکمران اسلام کے ان مراکز کے منہدم کرنے میں پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان اسلام سے اس وقت تک جڑے رہیں گے جب تک کہ اسلام کے یہ قلعے (مدارس اسلامیہ) محفوظ اور قائم ودائم ہیں۔پاکستانی حکمرانوں کو یہ جرات اس لئے بھی ہورہی ہے کہ پاکستان کی تمام مذہبی جماعتیں صدر مشرف کے بچھائے ہوئے جال میں بری طرح پھنس گئیں ہیں کیونکہ انہوں نے صدر مشرف کو مزید پانچ سال کے لئے آئینی صدر مان کر اور اس کے سابقہ غیر آئینی اقدامات کو جائز قرار دے دیا۔اور تمام مذہبی جماعتیں اقتدار کی چکاچوند میں مست ہوگئیں۔اور اپنا انقلابی منشور اور اسلام اور مدارس کے تحفظ کے وعدے ان لوگوں نے بھلا دیئے۔اسی لئے یہ عوامی حمایت سے دن بدن ہاتھ دھو رہے ہیں۔بلدیاتی الیکشن میں ان کا پول کھل گیا ہے۔پھر بعد میں پیپلز پارٹی اور اے این پی جیسی سیکولر جماعتوں سے معمولی مفاد کیلئے اتحاد کرنا اور ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی کرنا اس حساس موقع پر کہاں کی دانائی اور حکمت ہے؟

موجودہ حکومت کے گزشتہ چار پانچ سال کے اقدامات جو دینی مدارس اور اسلام کے تشخص کو کمزور کرنے کیلئے کئے گئے ان کا سیاسی مذہبی جماعتوں نے کوئی سنجیدہ نوٹس نہیں لیا اور ان کے دیکھا دیکھی عوام نے بھی ان منفی اقدامات پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا جو ہم سب کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔اگر آج مذہبی سیاسی جماعتیں اقتدار اور پارلیمنٹ کی آرام دہ مسندیں قربان کردیں اور موجودہ حکمرانوں کیخلاف کھل کر صف آراء ہوجائیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ حکومت دفاعی پوزیشن میں آجائیگی اور یوں دینی مدارس اور اسلام کو لاحق خطرات دور ہوجائیں گے۔لیکن عملاً ایسا کرنا دینی جماعتوں کے لئے شاید ممکن نہیں۔کیونکہ وہ نمک کی کان میں گرگئی ہیں اور مغربی جمہوریت کے شیطانی چرخے کا حصہ بن گئی ہیں۔اور ان کے وہ اہداف اور وہ عزائم جو اقتدار سے پہلے جلسوں میں ہم سنا کرتے تھے وہ ماضی کا قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔ان کے کان جنوبی وزیرستان کے آپریشن اور وحشیانہ بمباری پر بھی کھڑے نہ ہوئے اور نہ ہی صوبہ سرحد کے شہر شہر اور محلّے محلّے میں مجاہدین کی پکڑ دھکڑ پر انہوں نے کوئی احتجاج کیا اور نہ ہی کوئی سنجیدہ قدم اٹھایا صرف اور صرف اقتدار کی ہُما کی پرورش اور حفاظت ہی ان کا نصب العین رہ گیا ہے۔اسی لئے دینی مدارس پر یہ افتاد آئی ہوئی ہے۔وفاق المدارس العربیہ اور تنظیمات المدارس کو ازخود کوئی سنجیدہ اقدام کرنا ہوگا تب ہی کوئی بات بنے گی۔ورنہ سیاسی مذہبی جماعتیں تو ان دنوں حکومتی ''نظم ونسق'' چلانے ''عوامی فلاح وبہبود'' کے منصوبوں ''بحالی جمہوریت'' اور ''نفاذ اسلام'' کی کوششوں میں منہمک ہیں۔وفاق المدارس کے ارباب اختیار بھی کئی امور پر مصلحت اور نرم گوشی کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ان کیلئے بھی یہ لمحہ فکریہ ہے۔اگر میدان کارزار میں سب نے کمزوری دکھائی تو صدیوں کی محنت پل بھر میں خدانہ کرے ضائع ہوجائیگی۔اور اسپین وسط ایشیاء کی ریاستوں کا انجام ہم سب کے سامنے ہونا چاہیے۔

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤ گے ارے اے ''مدرسوں والو''　　تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہدؒ بن عبدالعزیزؒ کی رحلت

سعودی عوام اور عالم اسلام کیلئے حادثہ فاجعہ

مہتمم دارالعلوم مولانا سمیع الحق کی نماز جنازہ میں شمولیت‘ اور نئے حکمرانوں سے تعزیت

یکم اگست 2005ء کو سعودی عرب کے بادشاہ شاہ فہد بن عبدالعزیزؒ طویل علالت کے بعد دائمی شہنشہ کائنات کے حضور پہنچ گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون

بادشاہوں کے بھی کشتِ عمر کا حاصل ہے گور ؎ جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور

شاہ فہد بن عبدالعزیزؒ کے بچھڑنے سے عالم اسلام اور سعودی عرب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ آپ کی شخصیت اور آپ کے عظیم کارنامے کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ آپ نے زمامِ اقتدار ایسے وقت میں سنبھالا جب امت مسلمہ پر مشکلات اور آلام کا دور دورہ تھا۔ عالمی استعمار سوویت یونین افغانستان پر قابض ہو چکا تھا۔ لاکھوں افغان مہاجرین دربدر پھر رہے تھے۔ ایران عراق جنگ زوروں پر تھی‘ سعودی عرب اور پاکستانی معیشت زبوں حال تھی۔ آپ نے آتے ہی بیک وقت کئی محاذوں کو سنبھال لیا۔ اور سعودی عرب کی بگڑتی معیشت کو سہارا دیا اور تعمیر وترقی کی منازل طے کرتے ہوئے اس کے صحراؤں کو نخلستان میں بدل دیا اور عالم اسلام کی گرتی ہوئی سیاسی ومعاشی ساکھ کو بحال کیا۔ سوویت یونین کے خلاف جہاد میں آپ نے سب سے زیادہ مالی امداد و وسائل فراہم کئے۔ اور لاکھوں افغان مہاجرین کو آپ نے بہت زیادہ سہارا دیا۔ پھر بعد میں آپ نے تمام افغان مجاہدین کے اتحاد کے لئے بھی سرتوڑ کوششیں کی اور انہیں حرمین میں ایک معاہدہ پر دستخط کرنے پر راضی کرلیا۔ یہ معاہدہ پہلی افغان اسلامی حکومت کی بنیاد بنا۔ اس کے علاوہ آپ پاکستان کے بہت ہی مشفق اور ہمدرد خیرخواہ اور دوست بھی تھے۔ آپ نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام میں بھی دل کھول کر فنڈ مہیا کئے‘ پھر دھماکوں کے بعد کئی سال تک پاکستان کو آپ نے مفت پیٹرول بھی فراہم کیا۔ اس کے علاوہ بھی پاکستانی معیشت کو آپ نے بھرپور سہارا دیا۔ شاہ فہد بن عبدالعزیزؒ نے پوری دنیا میں اسلامی مراکز اور مساجد کی تعمیر کا جال بچھایا۔ شاہ فہد کا سب سے بڑا روشن کارنامہ جو صبح قیامت تک صفحہ دہر پر چمکتا رہے گا وہ حرمین الشریفین کی تاریخی جدید توسیع ہے۔ حرم مکی میں آپ نے 35 لاکھ مربع فٹ جدید تعمیر وتوسیع کی۔ جس میں دس لاکھ افراد بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ پھر مدینہ منورہ کی مسجدِ نبوی کی جدید تعمیر وتوسیع آپ نے جس ذوق وشوق کے ساتھ کی وہ آپ کے عشقِ رسولؐ کے ساتھ محبت کی واضح مثال ہے۔ چودہ سو سال میں کسی بھی مسلم حکمران نے مسجد نبویؐ کی اس قدر شایانِ شان خدمت وتعمیر ترقی میں حصہ نہیں لیا جتنا کہ شاہ فہد مرحوم نے لیا۔ مسجد نبویؐ میں آپ نے 18 لاکھ مربع فٹ توسیع کی۔ اور مسجد کو اس قدر خوبصورت‘ حسین اور جاذب نظر بنا دیا کہ یہ دنیا کی سب سے خوبصورت عظیم

الشان عجوبہ روزگار تعمیرات میں شمار ہونے لگی۔ آپ نے اس کے نقشے اپنی نگرانی میں مکمل کئے۔ مسلسل سرپرستی اور بار باراس کا جائزہ لینا آپ کا مشن تھا۔ اسی طرح عازمین حجاج کی سہولیات اور مہمان نوازی کے لئے بھی آپ نے تاریخی اقدامات کئے۔ تیس سال قبل کے حج اور آج کے حج میں زمین و آسمان کا فرق آپ کے اقدامات کی وجہ سے ہے۔ تمام حجاج کو قرآن پاک کا ہدیہ دینا پھر رمضان اور حج میں لاکھوں افراد کو آپ اپنی ذاتی جیب سے کھانے پینے کی اشیاء بھی ہر سال فراہم کرتے رہتے۔ یہ بھی آپ کا بہت بڑا صدقہ تھا۔ اس کے علاوہ وسط ایشیاء کی آزاد مسلم ریاستوں کو آپ نے لاکھوں قرآن ہدیہ کے طور پر بھیجے۔ جہادِ افغانستان کے بعد تحریک طالبان کی بھی آپ نے بھرپور مدد کی۔ اور آپ نے طالبان کی اسلامی حکومت کو تسلیم بھی کیا۔ ایران عراق جنگ کی آگ بجھانے کیلئے آپ نے آخر میں بڑی کوششیں کیں۔ کویت کی آزادی کیلئے بھی آپ نے بڑے اقدامات کئے اگرچہ بعد میں امریکی اور مغربی افواج کے مستقل قیام سے آپکی مقبولیت میں کمی آئی اور اس مسئلے پر آپ سے مسلمانوں اور امت مسلمہ کا اختلاف بھی رہا۔ لیکن حقیقت میں آپ بے بس تھے۔ یہ آپ کے دورِ اقتدار کی ایک بڑی غلطی تھی۔ لیکن واقعات اور حالات کے جبر نے ایسا کرنے پر آپ کو مجبور رکھا۔ اسکے علاوہ امت مسلمہ آپ کے احسانات اور آپ کے اقدامات کی ہمیشہ کیلئے معترف رہے گی۔

حضرت والد ماجد اکثر اپنے اہل وعیال کیساتھ حج یا عمرہ کیلئے تشریف لے جاتے اور سفارتخانہ کو پتہ چل جاتا تو ازخود شاہی مہمان اور رائل پروٹوکول سے شاہ کی حکومت پذیرائی فرماتی۔ پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف اور انکے مختصر وفد کیساتھ نماز جنازہ میں شمولیت کے لئے والد ماجد مدظلہ بھی ریاض گئے۔ اور نماز جنازہ میں شرکت کی اور انکے جانشین ملک عبداللہ بن عبدالعزیزؒ اور ولی عہد سلطان بن عبدالعزیزؒ سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ تعزیت کی۔ (اس سفر کی رفاقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے والد ماجد مدظلہ نے جہاز میں سوا دو گھنٹے تک صدر پاکستان کی خواہش پر ان سے پاکستان، عالم اسلام، دینی مدارس، جہاد اور دہشتگردی کے موضوعات پر دوٹوک باتیں کیں۔ اس ون ٹو ون ملاقات میں دونوں نے کھل کر اپنا اپنا نقطہ نظر بیان کیا اور صدر مملکت کے سامنے بہت سے ایسے گوشے بے نقاب کئے گئے جو ان کیلئے مبہم تھے اور جسکے مثبت اثرات بعد میں محسوس کئے گئے) نئے سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیزؒ سے بھی سعودی عوام اور عالم اسلام کو بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ ان کو بھی اقتدار بہت ہی حساس اور مشکل حالات میں ملا ہے۔ انکی ہردلعزیز شخصیت، صلاحیتیں اور سیاسی پس منظر عالم اسلام کیلئے باعث خیر ہے اور خصوصاً پاکستان کیلئے آپکی محبت کسی سے مخفی نہیں۔ آپ پاکستانی قوم کے بے لوث دوست ہیں۔ انشاء اللہ آپ کی قیادت میں سعودی عوام مزید ترقی کرینگے اور امت مسلمہ جو دلدل میں پھنسی ہوئی ہے اسکو نکالنے میں بھی آپ قائدانہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ آخر میں ہم خداوند کریم سے فہدؒ بن عبدالعزیزؒ کی مغفرت کیلئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ خادم الحرمین کو حرمین کی خدمت کے صلہ میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ (امین)

مولانا سمیع الحق صاحب کے نام نئے حکمران خادم الحرمین الشریفین ملک عبداللہ بن عبدالعزیزؒ کے ایک مکتوب کا عکس

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية
الديوان الملكي

برقية

الرقم ٢/٥٩٦/م
التاريخ ١١/٢/١٤٢٦هـ
المرفقات

فضيلة الشيخ / سميع الحـــق
أمير جمعية علماء الاسلام وعضو مجلس الشيوخ الباكستاني حفظه الله
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته . وبعد :

فقد تلقينا رسالتكم التي بعثتموها الينا اثر عودتكم الى بلادكم بعد أدائكم مناسك الحج .

وإننا نعرب لكم ولزملائكم عن خالص شكرنا وتقديرنا على ماعبرتم عنه من مشاعر كريمة ودعوات طيبة إزاء ماقوبلتم به وعائلتكم من استقبال وحفاوة وكرم ضيافة أثناء وجودكم في المملكة العربية السعودية لأداء الحج ، وحيال مانبذله من جهود وإهتمام في سبيل تحقيق التضامن الاسلامي والوفاق بين الدول الاسلامية وجمع الشمل ورأب الصدع للأمة العربية والاسلامية ومساعدة الاقليات الاسلامية .. مؤكدين لكم أننا لم ولن ندخر وسعا في بذل كل مانستطيعه من جهود ومساع في سبيل تحقيق التضامن والوفاق بين الدول الاسلامية والعمل على جمع الشمل ورأب الصدع للأمة العربية والاسلامية .. كما أننا بمشيئة الله لن نتوانى عن بذل الجهود لخدمة الحرمين الشريفين وتيسير سبل الأمن والراحة للوافدين اليهما من حجاج وعمّار وزوار مستمدين من الله العون وسائلينه سبحانه وتعالى أن يوفقنا جميعا لما فيه خير الاسلام والمسلمين إنه سميع مجيب.

وفي الختام نتمنى لفضيلتكم وزملائكم دوام الصحة والعافية .. والله يحفظكم.،،

عبدالله

عبدالله بن عبدالعزيز آل سعود
ولي العهد نائب رئيس مجلس الوزراء
رئيس الحـــرس الوطنـــي

مولانا سمیع الحق صاحب کے نام خادم الحرمین ملک شاہ فہدؒ بن عبدالعزیزؒ کے ایک مکتوب کا عکس

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية

الديوان الملكي

برقية

الرقم ١/٥٩٦/م

التاريخ ١١/٢/١٤٢٤هـ

المرفقات

فضيلة الشيخ سميع الحـــق

أمير جمعية علماء الاسلام وعضو مجلس الشيوخ الباكستاني حفظه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته . وبعد :

فقد وردتنا رسالتكم التي عبرتم فيها عن مشاعركم الطيبة ودعواتكم الصادقة إزاء مالقيتموه وعائلتكم من حفاوة وضيافة أثناء تأديتكم لمناسك الحج ومانبذله من جهود في سبيل تحقيق التضامن الاسلامي والوفاق بين الدول الاسلامية وجمع الشمل ورأب الصدع للأمة الاسلامية ومد يد العون والمساعدة للأقليات الاسلامية وتيسير السبل لضيوف الرحمن لأداء مناسك الحج والعمرة .

وإننا إذ نعرب لكم ولجميع زملائكم عن شكرنا وتقديرنا على ماعبرتم عنه من مشاعر كريمة ودعوات صادقة لنؤكد لكم بأننا بمشيئة الله تعالى لن نتوانى عن بذل الجهود لخدمة الحرمين الشريفين وتيسير سبل الأمن والراحة للوافدين اليهما من حجاج وعمّار وزوار حتى يتمكنوا من أداء مناسكهم بأمن وطمأنينة ولم ولن نتأخر عن بذل كل مانستطيعه من جهود ومساع في سبيل تحقيق التضامن والوفاق بين الدول الاسلامية والعمل على جمع الشمل ورأب الصدع للأمة العربية والاسلامية مستمدين من الله العون والسداد وسائلين الله جل وعلا أن يكتب الخير لأمتنا وأن يوفقنا جميعا لما فيه عز الاسلام والمسلمين .. إنه قريب مجيب .

وختاما نتمنى لفضيلتكم وزملائكم دوام الصحة والسعادة .. والله يحفظكم.،،

خادم الحرمين الشريفين

فهد بن عبدالعزيز آل ســـعود

ملك المملكة العربية السعودية

مولانا محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نائن الیون (۹ستمبر) کے بعد عالم اسلام کے بدلتے ہوئے حالات

حضرت مولانا سمیع الحق کا امریکی اور مغربی میڈیا سے حال ہی میں کیا گیا ایک انٹرویو

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا موجودہ عالمی حالات پر انٹرویو جو انہوں نے حال ہی میں امریکہ کے مشہور ٹی وی چینل سی بی ایس (CBS) کو دیا یہ انٹرویو اس چینل کی معروف شخصیت سٹیو کرافٹ نے اپنی ٹیم کے ساتھ کیا۔ جسے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے من وعن شائع کیا جارہا ہے۔.. (ادارہ)

س: میں پانچ سال قبل آپ سے انٹرویو کرنے آیا تھا ان پانچ سالوں میں کافی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔آپ بھی بدل گئے ہیں یا نہیں اور مدرسہ بھی۔فرق آیا ہے یا نہیں؟

ج: اس میں شک نہیں ہے کہ پوری دنیا میں بہت بڑی تبدیلی آئی ہے مگر مغربی اور امریکی اقدامات کے نتیجہ میں دنیا اور انسان بھلائی کی طرف نہیں گیا۔ مشکلات بڑھ گئی ہیں۔میرے خیال میں بڑا المیہ ہے ان پانچ سالوں میں ہمارا تو بہت کچھ لٹ گیا ہے اور بدل گیا ہے افغانستان کا نقشہ اور عراق کی صورتحال بھی آپ کے سامنے ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم بہت بڑے نقصانات اور تباہیوں کے شکار ہوئے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو سپر پاور تھے ان کی مشکلات بھی اب زیادہ بڑھ گئے۔ان پانچ سال میں ان کو کچھ بہتری حاصل نہیں ہوئی کئی دہائیوں سے عالم اسلام اور مغرب میں ایک قرب تھا' مغرب نے اپنی پالیسیوں سے اس کو دھچکا لگایا۔آج وہ بھی ایک دلدل میں پھنسا ہے ہم تو ضعیف قوم ہیں۔یعنی اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے ہیں۔

س: جب ہم نے آپ سے پہلی ملاقات کی تھی آپ طالبان کی بہت زیادہ حمایت کرتے تھے تو کیا اب بھی آپ طالبان کی حمایت کرتے ہیں۔

ج: 9/11 سے پہلے صرف میں نے نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا ان کو سپورٹ کررہی تھی' اور کئی ممالک جیسے عرب امارت' سعودی عرب وغیرہ نے طالبان حکومت کو تسلیم بھی کیا تھا۔افغان جہاد کے ساتھ پوری مغربی دنیا اور امریکہ کی بھی بہت بڑی دلچسپی تھی' ہم نے اصولی اور اخلاقی طور پر طالبان کو سپورٹ کیا اور اس میں ہم حق بجانب تھے

کیونکہ طالبان سے پہلے افغانستان میں بدامنی تھی، قتل وقتال تھا ہزاروں لوگ ایک دوسرے کو مارتے تھے طالبان نے وہاں امن قائم کیا اور افغانستان کو آزاد کرانے میں جتنی قوتوں نے بشمول مغربی دنیا کے سوویت یونین سے بچانے کی قربانیاں دی تھیں۔ ان قربانیوں کو بچانے کے لئے طالبان نے بہت بڑی سٹرگل کی اس وقت بھی ان کی تحسین کرنی چاہیے تھی اب تو نقشہ بدل گیا ہے طالبان تو اب سکرین پر نہیں اور وہ اپنے معاملات حل کر رہے ہیں، اور سوچ رہے ہیں ہماری خواہش ہے کہ اپنے ملک میں بیٹھ کر اپنا معاملہ خوش اسلوبی سے طے کریں اور وہاں خانہ جنگی ختم ہو جائے۔

س: آپ اسامہ بن لادن کو کس نظریے سے دیکھتے ہیں؟

ج: اس کے بارے میں ابھی کوئی تازہ معلومات نہیں کہ حقیقت حال کیا ہے اور وہ کس جگہ ہے اس کی کبھی کبھی ویڈیو اچانک آجاتی ہیں جسے آپ بھی دیکھتے ہیں یہ بھی اللہ کے علم میں ہے کہ وہ ویڈیو اصلی ہے یا نقلی۔ بظاہر تو ہمیں یہی نظر آرہا ہے کہ وہ اسی موقف پر ڈٹا اور قائم ہے اور میرے خیال میں اس میں کوئی لچک شاید نہیں آئی ہے۔ جو ویڈیو آپ کے سامنے آئی ہیں اگر اسے ملاحظہ کریں۔

اصل معاملہ تو اس کا ہے کہ آپ تجزیہ کریں کہ وہ تبدیل ہو گیا ہے یا نہیں ہم نے القاعدہ کا نام ۹/۱۱ کے بعد سنا ہے اس سے پہلے یہ نام اکثر لوگوں نے سنا ہی نہیں تھا۔ اب اس کا نیٹ ورک کیا ہے کیا نہیں آپ کے سورسز تو بہت زیادہ ہیں حقیقت کا تو آپ کو بہت زیادہ علم ہونا چاہیے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب تو وہ نقشہ تبدیل ہو چکا ہے۔ اب تو یہ ایک فیشن بن گیا کہ دنیا میں جہاں بھی کوئی تخریب کاری کرے تو وہ کمپیوٹر انٹرنیٹ سے بھیج دیتے ہیں کہ یہ القاعدہ نے کیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ بہت بڑی سازش ہے کہ جو لوگ کچھ کرنا چاہتے ہیں وہ آپ کو ایک ہی رخ پر ڈال دیتے ہیں آپ بھی اسی رخ پر لگ جاتے ہیں اس کا پتہ نہیں کہ وجود ہے بھی یا نہیں تو اصل ہاتھ جو اپنے مذموم مقاصد کے لئے اس جنگ میں مسلمان مغرب اور امریکہ کو درمیان میں لڑانا چاہتے ہیں۔ وہ در پردہ رہ جاتا ہے ان کے نقاب کو ابھی تک ہٹا نہ سکے۔ لندن کے واقعہ سے یہ چیز اور بھی واضح ہو کر سامنے آئی کہ کچھ طاقتیں جو مسلمانوں اور عیسائیوں اور مغربی قوتوں کے درمیان جنگ جاری رکھنا چاہتی ہیں وہ اس آگ پر تیل چھڑکتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ پورا مغرب اس جنگ سے نہ اکتائے، مسلمان اور مغربی اقوام کو ایک دوسرے سے لڑانے اور دور کرانے میں وہ لگے رہیں۔ آپ نے اس نقطہ پر کبھی غور نہیں کیا کہ وہ ہاتھ کون ہے؟ میرے خیال میں ۹/۱۱ کے در پردہ بھی وہی لوگ تھے اور وہی لوگ ۷/۷ کے پشت پر بھی تھے۔

س: جب میں پانچ سال پہلے آیا تو آپ سے پوچھا تھا کہ آپ کا اسامہ بن لادن کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو آپ نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ کا ابراہم لنکن کے بارے میں کیا خیال ہے تو اس سے اندازہ ہوا کہ وہ آپ کیلئے ہیرو تھے۔

ج: ۹/۱۱ سے پہلے وہ پورے مغرب کا بھی ہیرو تھا' وہ امریکیوں کا بھی ہیرو تھا' کیونکہ وہ ایک سپر پاور سے ٹکر لے رہا تھا تو وہ بہت بڑی بہادری کی بات تھی' اس لئے تمام مسلمان اس کو بہت بڑا ہیرو سمجھتے تھے' آزادی کی جو جنگ ایک ظالم قوت نے افغانستان پر مسلط کی تھی اس میں وہ لڑ رہا تھا تو اس میں میرے اور آپ کے نقطہ نظر میں کوئی بھی اختلاف اس وقت نہیں تھا اور آپ سب اسکو ہیرو سمجھتے تھے۔

س: آپ اب بھی یہی سمجھ رہے ہیں؟

ج: آپ عراق کو دیکھئے' فلسطین کو دیکھیئے اور خود افغانستان کو دیکھیئے کہ اگر کوئی بڑی طاقت آ کر اس کی آزادی کو سلب کرتی ہے اور وہاں وہ بیٹھ جاتی ہے کہ ہم ان کو آزادی دلاتے ہیں' آزادی کے نام سے ان کو غلام بناتے ہیں آپ سے میں پوچھتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے؟ جو بڑی قوتیں اس طرح غریب و کمزور قوتوں پر مسلط ہو کر ان کے وسائل و ذرائع سب کو لیکر ان پر قبضہ جما لیتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مغرب اور امریکہ سب سے زیادہ بنیادی حقوق کا دعویدار ہے' اور میرے خیال میں آپ کو بھی وہی سمجھنا چاہیے جو رشئین وار کیخلاف صورتحال تھی اور ان کی آزادی اب جن لوگوں نے سلب کی ہے تو دونوں حالات ایک جیسے اور ایک ہی نقشہ ہے کوئی فرق تو ہمیں نظر نہیں آتا۔

س: آپ کے خیال میں اسامہ بن لادن ۹/۱۱ اور اس قسم کے واقعات کرنے میں حق بجانب ہیں؟

ج: دیکھئے ابھی تک تو کسی نے ثابت نہیں کیا کہ یہ مسلمانوں نے کیا ہے یا کس نے؟ اس حادثہ کے آدھ گھنٹہ بعد یہ اعلان ہوا تھا اس کے بعد آپ نے کمیشن بنائے اور سروے و تفتیش کروائی' کئی کئی سو صفحات اس پر مغربی لوگوں نے لکھے اس میں مسلمانوں کے ملوث ہونے کی کوئی بات نہیں آئی ہم نے کہا تھا کہ کوئی بھی ثبوت پیش کریں اور کسی بڑی اعلیٰ عدالت میں اس مسئلہ کو لے جائیں ہم نے کبھی ایسے اقدامات کی تحسین نہیں کی ہم نے لندن کے واقعہ پر بھی دوسرے دن صریح تنقید کی ہے۔ اس وقت بھی ہمارا خیال تھا کہ یہ کوئی تیسری طاقت ہے جو مسلمان اور مغربی اقوام کو لڑانا چاہتی ہے اور اس کے بہت سارے شواہد سامنے آ بھی گئے ہیں اب بھی یہی صورتحال ہے کہ اصل مجرموں کی نقاب کشائی کرنی چاہیے ورنہ پھر یہ جنگ بہت بڑھ جائے گی آپ کے لئے بھی اور مسلمانوں کے لئے بھی۔ بہت بڑا نقصان ہوگا۔

میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان اتنی ترقی کر چکا کہ وہ ٹیکنالوجی وغیرہ ہیں اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ وہ ۹/۱۱ جیسا قدم اٹھا سکیں۔ میرا اس وقت بھی خیال تھا کہ مسلمانوں میں اتنی قوت اور ترقی نہیں آئی اور اگر یہ کام مسلمانوں نے سائنٹفک طریقے سے کیا ہوتا تو پانچ چھ سال میں دوبارہ بھی کوئی ایسا کام کر لیتے حالانکہ اسکے بعد کچھ بھی نہ ہو سکا دشمن جو آگ لگانا چاہتے تھے وہ لگا دی انکا مقصد پورا ہو گیا' ورنہ کہیں تو اتنے بڑے پیمانہ پر یہ لوگ دوبارہ کوئی ایسا قدم اٹھا لیتے۔

س: کس نے کیا ہوگا اگر مسلمانوں نے نہیں کیا ہو؟

ج: بہت سے لوگوں کا ذہن صہیونیوں کی طرف جاتا ہے کہ وہ مغرب کو بھی شکنجہ میں رکھنا چاہتا ہے۔ ایک تیر سے

دوشکار کرنا چاہتا ہے کہ مغرب اور مسلمان آپس میں لڑتے رہیں۔ مغرب بھی گرفت اور دباؤ میں رہے اور پوری اسلامی دنیا پر مسلط ہو جائیں ان کو دبا کر رکھیں وہ اپنا تحفظ اسی میں سمجھتے ہیں۔

س: یہاں کے سٹوڈنٹ کو یہ باتیں پڑھائیں جاتی ہیں؟

ج: یہ خیالات ساری دنیا میں عام ڈسکس ہو رہے ہیں کوئی تہہ خانے یا بند کمرے میں محصور نہیں ہیں۔ یہ تمام دنیا کے چینلز' اخبارات اور تقریریں ہر چیز دنیا کو پہنچتی ہے' ہر روز ٹیلی ویژن کی سکرین پر یہ سب چیزیں فلسطین کی عراق کی افغانستان کی کشمیر کی سامنے آئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف مسلمانوں تک نہیں بلکہ دنیا میں دردمند لوگ ہیں عام انسان دیکھتے ہیں کہ بنیادی حقوق کا وائیلنس اس طرح ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو عقل وشعور دے رکھا ہے اسے پڑھانے کی ضرورت نہیں بلکہ سٹوڈنٹس ہر ادارے کے یونیورسٹیوں کے کالجوں کے اور مدرسوں کے اتنے تیز ہو چکے ہیں کہ وہ ہمیں عالمی حالات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں بجائے اس کے ہم ان کو سمجھائیں' ان سب کو یہ احساس خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ مغرب تو اسلام کا اتنا دشمن نہیں تھا اس کی پشت پر کچھ ڈوریں ہیں اور کوئی ان کو ہلا رہا ہے۔

س: کیا آپ اپنے شاگردوں کو جہاد اور ٹریننگ کی تلقین کرتے ہیں کہ جائیں اور سپر پاور کے خلاف جہاد لڑیں؟

ج: ان باتوں کی سب سے زیادہ تربیت اسرائیل میں دی جاتی ہے۔ وہاں ٹریننگ بھی دی جاتی ہے' ذہنی واشنگ بھی ہوتی ہے اور ان کو بتایا جاتا ہے کہ ہمارے علاوہ ساری دنیا کے انسانوں کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔ میرے خیال میں تو ہمارے ہاں جہاد صرف ظلم کو روکنے کی بات ہے کہ ظالم کے ظلم سے بچا جائے اب اس کے مختلف طریقے ہیں اگر آپ طاقت سے نہیں روک سکتے تو پھر زبان سے بات کریں احتجاج کریں' جمہوری طریقے سے جمہوری دنیا کو ساتھ ملائیں' یہی چیز ہے جہاد اور جہاد اس کو کہتے ہیں کہ کوئی بڑی طاقت مظلوم اور غریب اور کمزور انسانوں کو ہڑپ نہ کرے اس کے ملک پر اس کے سورسز پر قبضہ نہ کرے۔ اسلام اور عیسائیت اور تمام دنیا کو ہر مذہب یہ حق دیتا ہے کہ ظالم کے ظلم سے اپنے آپ کو بچائے رکھو' یہ حق نہ صرف انسانوں مسلمانوں بلکہ حیوانات کو بھی حاصل ہے کہ اگر ایک شیر خرگوش کو بھی پکڑے تو تو خرگوش اپنی بساط کے مطابق مزاحمت کرتا ہے اور اس کی آنکھیں پھاڑتا ہے۔

س: آپ جو کچھ مدارس میں پڑھا رہے ہیں اور وہ مدارس جنہیں مشرف بند کروا رہا ہے جسے مثال کے طور پر اسلام آباد لال مسجد کا مدرسہ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ آپکی پڑھائی اور تربیت دینے اور ان مدرسوں سے فارغ ہونے والوں میں کیا فرق ہے۔

ج: میرے خیال میں تو سارے مدرسوں کا نظام ایک ہے۔ کورس بھی ایک ہی پڑھایا جاتا ہے۔ کسی بھی مدرسہ کے کورس میں دہشتگردی اور انتہاپسندی کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ آپ جس مدرسہ کا نام لے رہے ہیں یہ معصوم اور نوجوان پرامن لڑکیاں تھیں۔ ان سے کس دہشتگردی کا خطرہ تھا وہ تو قرآن کریم ناظرہ پڑھتی ہیں یا حفظ سے یاد کرتی ہیں یا

اسلامی تعلیمات حاصل کرتی ہیں ۔ یہ ہزاروں مدرسے امن وسلامتی اور قرآن وسنت کی تعلیمات پڑھاتے ہیں ۔اب اگر ہزاروں مدرسوں میں کسی جگہ ایک مشتبہ شخص پکڑا جاتا ہے ۔ ہزاروں مساجد اور مدرسوں میں اگر کوئی ایک شخص پناہ لینے گھس جاتا ہے۔اور پھر اس کی کڑیاں ان حالات سے ملائی جائیں جو افغانستان میں ہیں یہ وہی ملبہ ہے جو ہمارے اوپر ڈالا گیا ہے افغانستان کی آزادی کے بعد امریکہ کو سامنے آکر اس ملبے کو ہٹانا چاہیے تھا۔ یکم اگست کو شاہ فہد کے جنازے کے لئے جاتے ہوئے جنرل مشرف کے ساتھ جہاز میں ہم اکٹھے ہوئے تو وہاں موقع ملا تقریباً دو ڈھائی گھنٹے ہم دونوں نے اس ساری بات کو ڈسکس کیا' انہوں نے بھی کھل کر اپنا نقطہ نظر پیش کیا اور میں نے بھی جو موقف تھا اور جو حالات مسلمانوں کو درپیش ہیں بیان کئے ۔اس بارے میں ہماری بڑی تفصیلی بات ہوئی' میں نے ان سے یہی کہا کہ صرف مغرب کا دفاع کرنے کی بجائے آپ اپنی مشکلات بھی ان کے سامنے رکھیں کہ وہاں تو اِکا دُکا ایسے واقعات ہوتے ہیں جیسے لندن میں جس پر ہمیں افسوس ہے لیکن خود ہمارا ملک تو ہر وقت آپ کی پالیسیوں کی وجہ سے اس مصیبت میں پھنس گیا۔ ہم پر دہشتگردی مسلط کر دی گئی اور آپ دیکھتے ہیں کہ نہ ہمارے مدرسے محفوظ میں نہ ہماری مسجدیں' خود صدر بھی محفوظ نہیں ہے۔ وزیراعظم بھی محفوظ نہیں ہے۔ ہمارے قبائل بھی تہس نہس ہو گئے تو یہ جرم کس کا ہے۔یہ تو مغرب نے اور امریکہ نے افغان جہاد کے بعد یہ سارا ملبہ ہم پر ڈال دیا تو ہمیں اس سے نکالنے میں آپ ہماری مدد کریں۔ دہشت گردی کا شکار بھی ہم ہیں اور الزام بھی ہم پر ہے۔

ایک سوال میں آپ کے ذریعہ پوری دنیا کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ میں پارلیمنٹ کے فارن کمیٹی کا ممبر ہوں' پچھلے دنوں ہم یورپ کے دورے پر گئے تھے پہلے مرحلے میں ہم جرمنی گئے' برلن میں انہوں نے بڑا اچھا استقبال اور خیر مقدم کیا ہمارے ساتھ پارلیمنٹ کے بہت سے گروپوں نے ملاقاتیں کیں اور ہم آپس میں ان ساری باتوں پر ڈسکس کرتے رہے میں نے ان لوگوں کے سامنے ایک سوال رکھا کہ دیکھئے افغانستان پر روس کا جو قبضہ ہوا تو سب سے بڑی قربانی پاکستان نے دی اور پاکستان کے عوام نے دی ۔کم از کم بیس لاکھ آدمی شہید ہو گئے ۔۵۰ لاکھ کا بوجھ ہم نے اٹھایا اور پورے پاکستان کو رسک میں ڈال دیا ہوسکتا تھا کہ سوویت یونین ہمیں بھی تباہ و برباد کر کے رکھتا ابھی تک ہم وہ نقصانات بھگت رہے ہیں' ۲۰ لاکھ آدمیوں کا قتل ہزاروں معذور لولے' لنگڑے کئی لاکھ مہاجر ہمارے ملک میں اب بھی پڑے ہوئے ہیں اس ساری قربانی کے بعد اس کا سارا فائدہ مغربی اقوام نے لیا ایک فائدہ یہ کہ امریکہ واحد سپر پاور بن گیا۔ دوسرا فائدہ یہ کہ آپ کا مشرقی یورپ سارا آزاد ہو گیا۔ تیسرا فائدہ یہ کہ برلن کی ساری دیواریں ٹوٹ گئیں اور تمام دنیا پر صرف مغربی قوتوں کا ہولڈ آ گیا یورپی یونین سارا آپس میں متحد ہو گیا۔ یہ سب کچھ ہماری قربانیوں کا پھل تھا ہمیں کیا ملا اتنی بڑی قربانیوں کے بعد بھی ہمارا افغانستان جہنم کدہ بنا ہوا ہے۔اور ایسی آگ میں ڈالا گیا جس سے کوئی نہیں نکل سکتا اور پھر پاکستان کی کیا حالت ہے؟ کہ ہم دہشت گرد کہلائے اب ہم ہر جگہ ٹیرارسٹ ہیں۔اور دنیا میں بلی بھی

ایک چوہے کو پکڑتی ہے تو شور مچتا ہے کہ یہ پاکستان سے ہوا تو جن لوگوں کی قربانیوں اور سٹرگل سے یہ سب کچھ ہوا اور وہ سب کچھ ہم نے آپ کی جھولی میں ڈالا تو آپ ہمارے ساتھ کم ازکم تو یہ نہ کریں کہ کانٹے صرف ہم کو ملیں اور ہمارا سارا دامن ہی کانٹوں سے بھر دیا۔ تو اس کا جواب ان کے پاس نہیں تھا وہ بڑے متاثر ہوئے اور سوچ کر کہا کہ واقعی یہ سوچنے کی بات ہے۔ اس مدرسے سے ہزاروں طالب علم نکلے ہیں افغان جہاد تو الگ بات تھی۔ دنیا بھر میں ٹیرارازم کے واقعات ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کیا آپ کو کہیں بھی دنیا میں یا پاکستان میں کوئی ایک فرد بھی اس حقانیہ کا ملا ہے جو اس میں ملوث ہو۔ اس (حقانیہ) کو آپ سب سے بڑا وار ئیر سکول سمجھتے ہیں۔ جبکہ یہ تو سراسر امن کا گہوارا ہے' کوئی مثال نہیں ہے کہ یہاں سے کوئی فرد یا بچہ بھی کسی غلط کام میں ملوث پایا گیا ہو۔ جتنے بھی پکڑے جارہے ہیں یا جنہوں نے دہشتگردی کے واقعات کئے ہیں یا جو فہرست مطلوب افراد کی ہے وہ زیادہ تر آپ کی یونیورسٹیوں کالجوں اور سکولوں سے پڑھے ہوئے ہیں۔ وہاں سے ڈاکٹریٹ کی ہے' یا وہاں سے انجینئر اور پروفیسر بنے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ تقریباً ۹۵ فیصد آپ کے اداروں سے نکلے ہیں اس میں 05 بھی ایسے نہیں ہیں جو کسی دینی مدرسے سے پڑھے ہوں۔

س: صدر مشرف کا غیر ملکی طلبہ کے نکالے جانے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: میرا اور اس کا نقطہ نظر ایک ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ دہشت گردی ختم ہو جائے لیکن میں کہتا ہوں کہ اصل جو دہشتگرد ہیں ان کو نشانہ بنایا جائے۔ اب لاکھوں بچے جو مدرسوں میں پڑھتے ہیں اگر ان کو آپ ڈسٹرب کریں' یکدم امتحان سے محروم کردیں' آپ ان کو مدرسوں سے نکال دیں اور آپ یہ سارا سسٹم بند کردیں تو وہ لاکھوں لوگ جن کے دلوں میں نفرت نہیں ہے محبت ہے اور امن وسلامتی کی بات کرتے کراتے ہیں آپ کسی بھی طبقے کے ساتھ ایسی کاروائی کریں تو ان میں نفرت پیدا ہو جائے گی ان میں انتہا پسندی آجائے گی دہشتگردی میں نہیں ہیں۔ معاشرے میں دہشت گردی پھیلانے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوگا کیونکہ وہ آگ اور پھیل جائے گی۔

مثال یہ ہے کہ آپ کی ہارڈورڈ یونیورسٹی میں کیمبرج میں آکسفورڈ میں دو چار لڑکے دہشتگردی میں پکڑے جائیں تو کیا آپ پورے ہارڈورڈ یونیورسٹی آکسفورڈ یونیورسٹی یا کیمبرج یا سارے کالجوں یونیورسٹیوں پر کریک ڈاؤن کریں گے؟ ان کو بند کریں گے' کنٹرول کریں گے اس سے کتنا بڑا شدید ردعمل ظاہر ہوگا تو وہی صورتحال ہے۔

س: مغربی دنیا میں آپ کے بارے میں یہ تاثر ہے کہ آپ انتہا پسند ہیں؟ کیا آپ انتہا پسند ہیں؟ ابھی آپ نے یورپ کا دورہ کیا تو آپ کو بلجیئم جانے سے اسی وجہ سے روک دیا گیا؟

ج: ہم جرمنی سے آرہے تھے تو ہمارا بلجیئم میں پروگرام تھا۔ بلجیئم کا شنجن ویزہ بھی تھا۔ بہت بڑے معزز پارلیمانی وفد تھا۔ اگر میں انتہا پسند ہوتا تو پانچ چھ سال سے مسلسل اس گھر اور ادار.. کے دروازے جو پٹ نہ کھولے ہوتے پاکستان میں کسی عالم نے کسی پارٹی نے مغربی میڈیا کو اتنا وقت نہیں دیا جتنا میں نے دیا ہے اور عزت احترام بھی کیا ہے

اوران کے سامنے کھلی کتاب کی طرح سے یہ ادارہ رکھا ہے ان کے سوالات کے جوابات دیئے ہیں' ڈسکس کئے ہیں میں تو مکالمہ اور بات چیت پر یقین رکھتا ہوں میری کوشش ہے کہ آپ لوگ ہم سے بات چیت کریں لیکن مغربی دنیا مکالمے کے لئے تیار نہیں مجھے وہاں بلجیم میں بھی اس لئے روکا گیا کہ یہ یورپی پارلیمنٹ پر اثر انداز نہ ہو جائے۔ یعنی وہ حکومت نہیں چاہتی تھی کہ میرے خیالات کھل کر معزز پارلیمنٹرین تک پہونچ جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مغربی دنیا لوگوں سے اصل حقائق چھپا کر رکھنی چاہتی ہے۔

س: جب میں پانچ سال پہلے آیا تھا تو امریکی حکومت کی طرف سے پاکستان پر دباؤ تھا کہ اس مدرسے کو بند کر دیں لیکن اب آپ پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ اور یہاں پر مذہبی جماعتوں کو مینڈیٹ ملا ہے اور اقتدار میں بھی ہیں۔ آپ کیا دیکھ رہے ہیں کہ مستقبل میں مذہبی جماعتوں کے اقتدار میں آنے کے حوالے سے کیا تبدیلی آئے گی۔

ج: جس وقت کا آپ ذکر کر رہے ہیں تو اسوقت پارلیمنٹ تھا ہی نہیں۔ ورنہ میں 85ء اور میرے والد 70ء سے رکن پارلیمنٹ ہیں اسوقت سے ہم مسلسل پارلیمانی جدو جہد پر یقین رکھتے ہیں کہ جو بھی تبدیلی آئے تو ڈیموکریٹک طریقہ سے آئے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسوقت مذہبی جماعتوں کو جو زیادہ نمائندگی ملی ہے تو یہ خوش آئند بات ہے آپ کو خوش ہونا چاہیے اگر ہم یہاں عوام کی فلاح و بہبود کے لئے اصلاحات کریں' انقلاب اور تلوار وغیرہ سے یہ کام نہیں ہوں گے' ہم جمہوری طریقے سے اسمبلیوں کے ذریعہ تبدیلی لائیں گے۔ وہ تبدیلی ایسی نہیں ہوگی' جو کہ مغرب کے لئے نقصان دہ ہوگی' ان پسماندہ حکومتوں اور عوام کی فلاح و اصلاح کے لئے بہتر کام یہ غریب علماء اور غریب نمائندے کر سکتے ہیں ہم اس جدو جہد میں لگے ہیں کہ حالات بہتر ہوں' جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔ اب بھی چاہتے ہیں کہ مدرسوں کے بند کروانے میں مغرب کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا' الٹا مشکلات بڑھ جائیں گی۔ یہ مدرسہ اس بلڈنگ اور بڑی بڑی عمارتوں کا نام نہیں ہے یہ استاد اور یہ شاگرد سارے ملک میں پھیل جائیں گے اور کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر سلسلہ چلائیں گے' یہی مدرسہ ہوتا ہے' تو پھر کتنے لاکھوں مدرسے بنیں گے۔

س: آپ کے خیال میں اس صورتحال کا کیا حل ہے؟

ج: مشکلات کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دنیا ٹیررازم کو جس مقصد کے لئے استعمال کرتی ہے بغیر اس کے کہ وہ ہے کیا چیز' میں نے ہر جگہ یہ مطالبہ کیا ہے ابھی مغربی ممالک کے دورے میں بھی کہ ہم اور مغربی ممالک آپس میں بیٹھ کر ٹیررازم کی ڈیفینیشن کریں۔ اس کی حدود کیا ہیں' کون سی چیز ٹیررازم ہے اور کونسی ٹیررازم نہیں ہے۔ خواہ اس تعریف و معیار پر مغربی طاقتیں یا بڑی طاقتیں اتریں یا کوئی گمنام شخص تو پھر پانی کا پانی اور دودھ کا دودھ سب صاف ہوگا۔ ایک چیز کو کوئی مقدس جہاد سمجھتا ہے اور دوسرا اسکو ٹیررازم کہتا ہے۔ ایک بڑی قوت جہاد و جمہوریت کی سٹرگل کہتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ غلام بنانا چاہتے ہیں یہ سارا معاملہ تب صحیح ہوگا جب ہم ڈیفینشن طے کریں۔

س: آپ نے کہا کہ کوئی بھی ایسی مثال دیں کہ اس مدرسے کا سٹوڈنٹ تخریب کاری میں ملوث ہو تو آپکے خیال میں تخریب کاری کیا چیز ہے؟

ج: میں خود چاہتا ہوں کہ دہشتگردی کی متعین تعریف ہو جائے۔ اقوام متحدہ یا کسی اور پلیٹ فارم پر۔ اس کا تشخص معلوم کیا جائے۔ حدود متعین کیے جائیں۔ لیکن میں آپ کو آسان الفاظ میں فرق بتاتا ہوں کہ جہاد اور ٹیررازم میں فرق کیا ہے۔ میں آپ کو مثال دیتا ہوں رات کو ایک بس اس روڈ پر پشاور جا رہی ہے اور چند ڈاکو اس کو روک لیں اور اس کے اندر گھس جاتے ہیں اور وہاں لڑکیوں کی بے عزتی آبروریزی کر دیتے ہیں، وہاں سواریوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ ان کا سارا سامان لوٹ لیتے ہیں تو اس کے ساتھ جو کچھ ہوا، یہ ٹیررازم ہے۔ اور ایک شخص گھر میں آرام سے سو رہا ہے چادر اور چاردیواری کا تحفظ ساری دنیا ضروری سمجھتی ہے، رات کے اندھیرے سے یا اپنی طاقت سے دن دھاڑے کوئی شخص بندوق کی نوک سے آکر میرے گھر میں گھس جاتا ہے، میری عزت لوٹتا ہے، میرے گھر کو لوٹتا ہے، میرے سارے گھر کو تباہ و برباد کرتا ہے اس وقت اگر میں گھر میں بندوق اٹھاتا ہوں تو یہ میرے لئے لازمی ہے کہ میں اپنے گھر کا تحفظ کروں اس گھر میں اگر کوئی اس طریقے سے آتا ہے تو اس کی بقاء کی جنگ جہاد ہے اور جو شخص باہر ڈاکو کی شکل میں آکر لوٹ کھسوٹ کرتا ہے وہ ہے ٹیررازم ان دونوں میں فرق کرنا چاہیے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

وقت کا زبردست چیلنج اور اس کا مقابلہ

الحمدلله رب العالمین والصلاة والسلام علیٰ رسول الله وعلیٰ آله وصحبه اجمعین' اما بعد فأعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم' وماکان المؤمنون لینفروا کافة فلولا نفرمن کل فرقة منهم طآئفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوآ الیهم لعلهم یحذرون (التوبہ: ۱۲۲)

حضرات! اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا قرآن مجید میں مدارس دینیہ کا تذکرہ ہے' کیا ان کے فرائض وواجبات کا ذکر ہے تو میں کہوں گا کہ قیامت تک کے لئے اس آیت میں مدارس کے فرائض اور ذمہ داریوں کی پوری تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے'اس آیت میں مدارس کی ذمہ داری کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ تو عملاً ممکن نہیں کہ سب مسلمان گھروں سے نکل آئیں تو ایسا کیوں نہیں ہوا کہ مومنوں کی ہر جماعت میں سے ایک جماعت دین میں سمجھ پیدا کرنے کے لئے گھروں سے نکل کھڑی ہوئی تا کہ جب یہ لوگ دین سکھ کر اور اس میں گہری سمجھ پیدا کر کے اپنے ملک وقوم میں واپس جائیں تو انہیں عصر حاضر کے فتنوں سے ڈرائیں اور باخبر کریں تا کہ ان کی قوم ان فتنوں سے چوکنا ہو جائے اور ان سے بچنے کی کوشش کرے۔ حقیقت میں مدارس کا کام یہی ہے کہ وہ ایسے افراد تیار کریں جو اپنے زمانے کے نئے نئے فتنوں اور سازشوں سے واقف ہوں اور ان کے مقابلہ کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔

حضرات! تاریخ کے ایک طالب علم اور مشرق ومغرب کو قریب سے دیکھنے اور ایک تجربہ کار وواقف کار کی حیثیت سے میں عرض کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی تاریخ میں دو بڑے عالمگیر خطرات پیدا ہوئے' ایک تو صلیبی حملہ تھا' جس کا مقصد صرف بیت المقدس پر قبضہ کرنا نہ تھا بلکہ مغربی طاقتوں کے پیش نظر حرمین شریفین پر بھی قبضہ کرنا تھا' اگر سلطان صلاح الدین ایوبی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک قائد مخلص مجاہد نہ کھڑا کیا ہوتا تو خدانخواستہ آج عالم اسلام کا وجود ختم ہو گیا ہوتا' ایک مرد غیب پیدا ہوا' اس نے مسلمانوں کی منتشر طاقتوں کو یکجا کیا اور پوری قوت سے صلیبیوں پر ضرب کاری لگائی اور ان کو ایسی شکست دی کہ دوبارہ عالم اسلام پر یورش کی جرأت انہیں نہ ہو سکی' یہ ذہن میں رہے کہ اس یورش کے پیچھے کوئی دعوت وتحریک اور فلسفہ نہیں تھا۔

دوسرا خطرہ تاتاری کی صورت میں سامنے آیا' تاتاری جیسی وحشی قوم نے عالم اسلام پر زبردست حملہ کیا' شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی' سروں کے مینار کھڑے کر دیئے۔ ان کا اصل نشانہ اگرچہ عراق' ایران اور ترکستان تھے اور انہوں نے انہیں پوری طرح تاراج کر کے رکھ دیا تھا لیکن ان تاتاریوں کی ہیبت اور غیر معمولی دھاک دلوں پر

ایسی بیٹھی ہوئی تھی کہ اس زمانہ میں یہ بات ضرب المثل بن گئی تھی کہ ہر بات مان لینا لیکن اگر تم سے یہ کہا جائے کہ تاتاریوں کی شکست ہوگئی تو اس بات پر یقین نہ کرنا اس طرح کہاں عراق و ایران اور کہاں انگلستان کا ساحل، مورخین نے لکھا ہے کہ تاتاریوں کی ہیبت سے انگلستان پر مچھیرے عرصہ تک شکار کھیلنے نہیں نکلے اس زمانہ میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ عالم اسلام سیاسی و مادی لحاظ سے ختم ہو جائے گا ان کے حملہ کی نوعیت فوجی تھی، یہ مسلمانوں کی نسل کشی کی مہم تھی، ان کی اس یورش کے ساتھ کوئی دعوت نہیں تھی اور نہ کوئی فلسفہ تہذیب، اور تحریک و دعوت اس کا پس پردہ کام کر رہی تھی اور نہ کسی کلچر اور تہذیب اور ثقافت کو غالب کرنے کا جذبہ ان تاتاریوں کے اندر کارفرما تھا، اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کو بھی ختم کرنے کے لئے مصری جنرل الظاہر بیبرس کو کھڑا کیا جس نے تاتاریوں کو شکست فاش دی اور وہ بے اثر ہو کر رہ گئے، روحانی و اعتقادی اعتبار سے بھی اسلام کی دعوت نے اس پوری قوم کو مسخر کر لیا۔ اور تاتاری من حیث القوم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرات! لیکن آج کے دور میں جو زبردست چیلنج اور غیر معمولی دور رس اثرات و نتائج کے حامل خطرات ہیں وہ پہلے دو خطرات اور چیلنجوں سے کہیں زیادہ سنگین حد تک مضر اور نقصان دہ ہیں۔ آج جدید تعلیم یافتہ اور حکمران طبقہ کے دل و دماغ میں یہ بات پوری طرح راسخ کرنے کی کوشش سیاست و اقتدار اور صحافت کے ذریعہ کی جا رہی ہے کہ آج کے دور میں اسلام کا کوئی پیغام نہیں، وہ ایک پرانی یادگار ہے، وہ جدید دور کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس کی آج کوئی ضرورت نہیں، اس نے ایک زمانہ میں اچھا کردار ادا کیا تھا اس نے دختر کشی ختم کر دی تھی، علم کو فروغ دینے میں اس نے بڑا رول ادا کیا تھا، اور اب قدیم یہودی اور عیسائی مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک بے جان مذہب ہے، اس وقت یورپ اور امریکہ کی پوری طاقت اسی پر صرف ہو رہی ہے، آج اسرائیل کی موروثی و نسلی ذہانت و شطارت (چالاکی، جس میں تخریبی ذہانت شامل ہے) اور امریکی وسائل و ذرائع اس کی اعانت اور اثر و نفوذ سب اس بات پر صرف ہو رہے ہیں کہ عالم اسلام کے تمام ممالک حتیٰ کہ حرمین شریفین بھی (خدانخواستہ) اس سازش کا شکار ہو جائیں۔ ان مغربی طاقتوں نے عالم اسلام کے حکمرانوں اور وہاں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو یہ پوری طرح باور کرایا ہے کہ اس وقت سیکولرازم اور قوم پرستی کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ مغرب کی مکمل تقلید ہی میں ان کی ترقی اور کامیابی مضمر ہے۔ یہ اتنا خطرناک اور عالم اسلام کے خلاف اتنی گہری سازش ہے کہ اس کی سنگینی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، اس کے دور رس اثرات و نتائج کا اندازہ کرنے سے راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے، نشر و اشاعت کے تمام ذرائع کے ساتھ ساتھ سیاسی اور مادی اثر و نفوذ کو بھی استعمال کیا جا رہا ہے، ہمارے پاس اس کے دلائل و شواہد ہیں کہ ان تمام سازشوں کا مرکز اسرائیل ہے اور وہی اس کی قیادت کر رہا ہے، اس زبردست فتنہ کا مقابلہ مدارس دینیہ ہی کر سکتے ہیں۔　　(ماخوذ از: کاروان زندگی جلد ششم)

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اتباعِ سنت، مشعل راہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم والذین امنوا اشد حبالله صدق الله العظیم

وقال رسول الله ﷺ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین (بخاری ومسلم)

کامیابی کا راز:

آیت کریمہ وحدیث طیبہ کی تشریح وتوضیح کے سلسلہ میں گزشتہ گزارشات کے دوران آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ خالقِ کائنات جل جلالہ اور محسن انسانیت میں وہ تمام صفات وکمالات بدرجہ تمام وکمال موجود ہیں جن کی وجہ سے دلوں میں محبت وعظمت کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ ان کے احسانات وانعامات بھی لاتعد ولاتحصیٰ ہیں جس کے پیش نظر ان سے تعلق وربط قائم ومستحکم کرنے ہی میں انسانیت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ آج اگر کسی روحانی، علمی یا دنیاوی شخصیت سے تعلق کا دعویٰ ہو تو دعویٰ پر اعتبار تب کیا جاتا ہے کہ عظمت کے اقرار کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ہو۔ اسی اطاعت وتابعداری کو بار بار اللہ جل شانہ نے آیات کریمہ اور انبیاءؑ کے سردارِ رسول اللہ ﷺ نے احادیث مبارکہ میں اجاگر فرماتے ہوئے ایمان کا ایسا جزو قرار دیا ہے کہ اس کے بغیر مسلمان مسلمان ہی نہیں رہتا ہے۔ اگر اطاعت نہیں تو محبت کا دعویٰ سچائی سے خالی ہے۔ اللہ سے محبت ہوگی اس کی عظمت کا دل کی گہرائیوں سے یقین بھی ہو تو لازمی طور پر محبوب کبریاؐ کی محبت وعظمت سے بھی دل معمور ہوگا۔ پھر اللہ ورسول کی اطاعت کو لازم وملزوم سمجھ کر یک جان دو قالب کے مصداق ان دونوں کے احکامات کی بجا آوری میں بھی کوئی ہچکچاہٹ اور تذبذب محسوس نہ ہوگا۔ اس نظریہ کے راسخ ہونے کے بعد ہر صحیح العقیدہ مسلمان خود بخود اس طرف راغب ومائل ہوگا۔

اصلاح انسانیت کا نسخہ اکسیر:

انسانیت کی اصلاح کا نسخہء اکسیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اوامر ونواہی کی تعمیل اور آپؐ کی سیرت، آداب وخصائل کو زندگی کا شعار بنانا ہی ہے۔

ارشاد باری ہے: اطیعو الله واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون (سورۃ ال عمران) ترجمہ "اللہ اور اس

کے رسول کی تابعداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما (سورۃ احزاب)

ترجمہ: ''جو شخص اللہ ورسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔''

اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلو اوتذھب ریحکم (سورۃ الانفال)

ترجمہ ''اللہ ورسول کی فرمانبرداری کرو اور آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل بن کر تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''

قل اطیعوا اللہ والرّسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین۔ ''ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی تابعداری کرو اگر اس تابعداری سے وہ پھر جائیں (یعنی قول وفعل سے) تو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا''

واقیموا الصلوۃ واتو الزکوۃ واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون (النور)''
اور نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اللہ اور اسکی رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر (اللہ) رحم کرے''

مضامین آیات کا خلاصہ:

ان چند آیات مبارکہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مالک کون ومکان نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو ایمان کا اساس قرار دے کر اخروی نجات کا ذریعہ قرار فرمایا' یہ بھی معلوم ہوا کہ امت مسلمہ اگر کفار واغیار پر غالب ہونا چاہتی ہے تو اس کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ ورسول کی اطاعت کے اسلحہ کو اپنا کر مسلمان غالب' فاتح' غانم قوم بن کر''وانتم الاعلون'' کا مصداق بن سکتی ہے۔ ورنہ تعداد اگر برائے نام مسلمانوں کی کروڑوں' اربوں میں ہو' مگر اللہ اور رسول کی اطاعت سے عاری ہوں نہ کفار کے دلوں میں ان کا وہ رعب ودبدبہ ہوگا جو صحابہ و قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا تھا کہ کفار سے مہینوں کے فاصلے پر دور رہ کر بھی دین دشمن طبقہ اللہ ورسول کے فرمودات پر مر مٹنے والوں کے خوف سے لرزہ براندام رہتے۔ اور نہ اسلام دشمن طاقتوں کے ظلم وجبر سے چھٹکارا ملے گا۔

دو اطاعتیں یک جان دو قالب:

یہاں یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ دونوں لازم وملزوم ہیں اللہ کی اطاعت بعینہ رسول کی اطاعت ہے اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اللہ کی نافرمانی رسولؐ کی نافرمانی ہے اور رسولؐ کے احکامات کی مخالفت اور ان پر عمل نہ کرنا اللہ کے احکامات' فرامین کی مخالفت اور نافرمانی ہے گویا یہ دو اطاعتیں یک جان دو قالب کا مصداق ہیں۔

جب اللہ ورسولؐ فیصلہ کر دیں:

اور ان دونوں کی نافرمانی یا دونوں کی اطاعت میں فرق کرنے والوں کے بارے میں خالق کائنات نے کلام

مجید میں سخت سزاؤں کے وعیدات بیان فرمائے ہیں۔ارشاد باری ہے: وما کان لمومن ولامومنة اذا قضی الله ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبینا (احزاب)

ترجمہ: ''کسی مومن آدمی یا مومنہ عورت کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اللہ ورسول جب کسی معاملہ میں فیصلہ صادر فرمادیں تو وہ اس مسئلہ میں کچھ اختیار اپنا بھی سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور رسول کے حکم سے سرتابی کرے وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو گیا۔

اللہ ورسول کی اطاعت لازم وملزوم: دوسری جگہ فرمان الٰہی ہے کہ:

ان الذین یکفرون باالله ورسله ویریدون ان یفرقوا بین الله ورسوله ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولیک هم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مهینا۔ (نساء)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ فرق کریں اللہ اور اس کے پیغمبروں میں اور کہتے ہیں کہ بعضوں کو مانتے ہیں اور بعضوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان میں ایک راہ نکالیں ایسے لوگ اصل کافر ہیں اور ہم نے تیار کیا ہوا ہے ایسے لوگوں کے لئے ذلت آمیز عذاب۔''

معلوم ہوا کہ اللہ کے ماننے کا اعتبار تب ہوگا کہ اس کے رسول کی رسالت کا اقرار وتصدیق بھی لازمی کی جائے۔ نبی کے نبوت سے اگر انکار ہو تو خدا کو معبود ماننے کا دعویٰ بھی جھوٹا ہے۔اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و تابعداری کے لئے تیار ہو اور اس کے نبی کی اطاعت اور اس کے احکام کی تعمیل سے روگردانی ہو تو اس کے بغیر ایمان ناقص بلکہ ساقط ہے۔ کیونکہ پیغمبر وہی کچھ فرماتے ہیں اور خود بھی کرتے ہیں جن کے لئے وہ خدا کی طرف سے مامور و مقرر ہوئے ہیں، اللہ کے حکم کے بغیر نہ کوئی عمل کرتے ہیں اور نہ بولتے ہیں۔ارشاد باری ہے۔

وماینطق عن الهوی ان هو الاوحی یوحیٰ (النجم) ''(پیغمبر) وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ ان کا بولنا صرف وہی ہے جو ان پر (وحی کی صورت میں) نازل ہوتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے ہے　ما اتاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهوا (سورہ حشر)۔

''ہمارے رسول جو حکم تم کو دیں اس کو مان لو (یعنی ان پر عمل کرو) اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو''

اسی طرح کی کئی آیات وارشادات نبویؐ ہیں جن میں رسول ﷺ کی تابعداری کا حکم دے کر اسی رسول کی تابعداری اور اطاعت کو اللہ ہی کی تابعداری قرار دیا گیا ہے۔

انسانیت کیلئے مشعل راہ: اب اگر ہمارا دعویٰ ہے کہ اللہ ورسول ﷺ کے ساتھ ہماری محبت ہے تو ہر دعویٰ کے

ثابت کرنے کے شواہد ہوتے ہیں اور اس دعویٰ کے اثبات کے لئے سب سے بڑا شاہد اور گواہ اطاعت ہے کہ ہمارا قول وفعل اس دعوے کے مطابق ہے یا بالکل اس سے متضاد ہے۔ مقدس ترین جماعت صحابہ جو حضورؐ کے ہر فعل وقول کی فرمانبرداری میں جان کی بازی کے لئے ہر وقت تیار تھے جب محبت کا دعوی کر گئے تو حضورؐ کی تابعداری میں اپنی ہر متاع عزیز کو قربان کرنے کے لئے وہ نمونے چھوڑ دیئے جو قیامت تک آنے والے انسانیت کے لئے مشعل راہ ہیں۔ ان کو یقین کامل تھا کہ جب اللہ ورسول سے محبت کا اقرار کرلیا ہے، تو اس راہ میں ہر قسم کی قربانی دینی ہوگی، جس کے لئے وہ سینہ سپر ہوگئے۔

محبت رسولؐ دنیا وآخرت کا عظیم تحفہ:

ایک مخلص مومن کی اللہ ورسول سے محبت کا ایک نمونہ: عن انس ان رجلا قال یارسول اللہ متی الساعة قال ما اعددت لها قال ما اعددتُ لها الا انّی احب اللہ ورسوله قال انت مع احببت قال انس فمار أیت المسلمین فرحوا بشئی بعد الاسلام۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے یہ سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے فرمایا تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس شخص نے عرض کیا میں نے تو کوئی تیاری نہیں کی ماسوائے ایک چیز کے وہ یہ کہ میں خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم دنیا وآخرت میں اس کے ساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی اور چیز سے اتنا زیادہ خوش نہیں دیکھا جتنا کہ وہ حضورؐ کے اس فرمان سے خوش ہوئے۔

قول وفعل میں سچائی کا معیار:

وجہ یہ کہ ان کا مضبوط عقیدہ تھا کہ خدا اور رسول کیساتھ محبت ہی اصل چیز ہے تمام عبادات واطاعات اس اصل چیز کی شاخیں اور اس دعویٰ کے دلائل ہیں۔ جس شخص کا دل حقیقی معنون میں ان دونوں ہستیوں کی محبت سے سرشار ہوجاتا ہے پھر ان کی اطاعت ان احکامات کی بجا آوری طبیعت ثانیہ بن کر انکے کسی حکم کی ادائیگی میں اگر دیری یا سستی ہوجائے تو ایسے شخص کو جو پریشانی لاحق ہوتی ہے اس کا ادارک احساس صرف وہی شخص ہی کرسکتا ہے، مثلاً کسی پابند صلوۃ سے کسی عذر شرعی کیوجہ سے نماز میں تاخیر ہوجاتی ہے تو وہ مومن ایک عجیب کرب وبے چینی کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے تا آنکہ اس نماز کی ادائیگی کر کے تاخیر کا ازالہ نہ کرے اس کے مقابلہ میں وہ شخص جو صرف زبانی جمع خرچ کر کے اللہ ورسول کی محبت کا دعویٰ کرتا رہے۔ کئی فرائض وواجبات کو ترک کرنے پر بھی وہ ذرہ برابر روحانی کرب وبے چینی میں مبتلا نہیں ہوتا، یہی وہ حالت ہے جس سے قول وفعل کے سچے کامل اور جھوٹے وناقص کی تمیز ہوجاتی ہے۔ (جاری ہے)

قسط (۲) مولانا محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

عالم اسلام صلیبی دہشت گردی کے نرغہ میں

اسلام آباد اور لاہور میں مولانا سمیع الحق صاحب کی معرکۃ الاراء نئی کتاب ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' کی تقریب رونمائی کی رپورٹیں پچھلے شماروں میں شائع ہو چکی ہیں۔ 27/اگست 2004ء کو کراچی کے آواری ہوٹل میں رونمائی کی تقریب کی رپورٹ شائع کی جارہی ہے۔ کراچی کے چیدہ ممتاز علماء سیاستدانوں ممبران پارلیمنٹ' ممتاز صحافیوں اور کالم نگاروں نے اظہار خیال کیا جس کے چیدہ چیدہ حصے شامل کئے جارہے ہیں۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا مفتی محمد عثمان یار خان صاحب نے انجام دیئے۔ تقریب کے حاضرین میں درجنوں شہرہ آفاق علماء وفضلاء اور دانشوروں کے علاوہ سندھ کے وزیر اعلیٰ ارباب غلام رحیم بھی مہمان خصوصی کے طور پر موجود تھے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے کئی حضرات کو اظہار خیال کا موقع نہ مل سکا۔..................(ادارہ)

<u>ڈاکٹر عبدالرشید صاحب: ڈین فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز کراچی یونیورسٹی</u> اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین قال اللہ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء صدق اللہ العظیم۔ میں نے قرآن کی جس آیت کو تلاوت کیا' حقیقت ہے جو کام بہت بڑے اداروں کو کرنا چاہیے تھے جو انسٹیٹیوشنز اور یونیورسٹیوں کو کرنا چاہیے تھا وہ کام حضرت مولانا سمیع الحق نے تن تنہا فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جس سے چاہتا ہے کام لے لیتا ہے۔ اس کتاب کے تبصرے کے سلسلہ میں مَیں ایک بات بھی عرض کرتا چلوں کہ تبصرہ آسان بھی بہت ہوتا ہے اور بہت مشکل بھی۔ ہم جب سیکنڈری سکول میں پڑھ رہے تھے تو ایک مضمون ہم نے پڑھا تھا پطرس بخاری کا کہ ''میں اور میڈم'' جو دوران تعلیم اس کے ساتھ کلاس فیلو تھی' وہ خاتون روزانہ ایک کتاب لاتی تھی اور بخاری صاحب سے کہتی کہ یہ میں نے پڑھی ہے آپ بھی پڑھئے۔ کل اس پر تبصرہ کریں گے۔ اور اگلے دن اس پر تبصرہ ہوتا تھا کہ اس کتاب میں یہ خوبیاں ہیں اور یہ خرابیاں۔ کچھ عرصہ بعد بخاری صاحب بیمار ہو گئے تو انہوں نے اس خاتون کو بلایا اور کہا کہ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں تو اس نے کہا کہ کیوں؟ تو بخاری صاحب نے کہا دراصل میں نے تمام کتابیں بغیر پڑھے ہی تم سے تبصرہ کئے تھے' مجھے معاف کردو میں نے زیادتی کی۔ اس خاتون نے جواب میں کہا کہ کوئی بات نہیں ابھی پڑھ لیجئے۔ اس کے بعد جب بخاری صاحب نے کتابیں پڑھنی شروع کیں تو معلوم ہوا کہ اس کتاب کے صفحے بھی جڑے ہوئے ہیں۔ گویا کہ خاتون نے بھی بغیر پڑھے تبصرے کئے تھے۔ لیکن مجھے چونکہ آپ (مولانا سمیع الحق) سے اور آپکے خاندان سے الحمدللہ آپکے والد محترم حضرت مولانا عبدالحق ؒ صاحب سے بڑی

ملاقاتیں ہوئی اور اس وقت جب کہ میں صوفیائے خٹک پر پروجیکٹ کر رہا تھا تو انہوں نے مجھے بھرپور دعائیں دیں۔ یہ کتاب جس کے ۴۹۹ صفحات ہیں۔ آخری صفحہ پر حضرت کی کتابوں کا اشتہار بھی شامل کریں تو ۵۰۰ صفحات بنتے ہیں۔ حضرت کے جو انٹرویوز' کمنٹس اور خیالات ہیں وہ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۸ء سے لے کر ۱۶ فروری ۲۰۰۴ء تک ہیں۔ اس عرصہ کے دوران آپ سے بین الاقوامی میڈیا' مختلف حضرات اور مختلف اداروں نے جہاد کے بارے میں جو سوالات کیئے آپ نے ان کے جوابات دیئے اور سب سے بڑی خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے یہ کتاب ایک ریفرنس بک ہے۔ ہر انٹرویو سے پہلے جس نے آپ کا انٹرویو لیا۔ اس کا تعارفی کارڈ ہے۔...... میرے نزدیک اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی صداقت و دیانت ہے کہ مولانا کے ذہن میں جو بات بھی تھی' وہ آپ نے بڑی دیانت سے بیان کر دی۔ یہاں تک کہ جب مدارس کی بات ہوتی تو آپ کی جب پرویز مشرف سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے کہا کہ بھئی دیکھئے جنرل صاحب یہ ہمارے ادارے کتنا کام کر رہے ہیں' کتنے بچوں کو تعلیم دے رہے ہیں۔ اور آپ ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ تو جو بات جنرل صاحب نے کی آپ نے وہی بیان کی اور لکھی ہے: آپ نے فرمایا کہ مجھے جنرل پرویز مشرف نے کہا کہ ''میں کوئی پاگل ہوں کہ مدارس کے بارے میں ایسا کہوں۔'' دیکھئے بالکل وہی الفاظ ہیں جو انہوں نے کہے۔ اس طرح آپ کتاب کے ہر ہر صفحہ پر جائیں جو مولانا کے دل کی بات ہے وہ آپ نے فرمائی۔ اور سب سے بڑی بات کہ جہاد کا جو تصور ہے اور جہاد کے بارے میں جو مس انڈرسٹینڈنگ خاص طور پر امریکہ اور یورپ وغیرہ میں ہے' ہم بھی وہاں جاتے ہیں ہم سے بھی سوالات ہوتے ہیں' وہ آپ نے بالکل واضح کیئے۔ اور بعض جگہ تو بڑی پیاری باتیں کہی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ لکھا ہے کہ ہم یہ سوچتے تھے' خواب بھی تھا اور حقیقت بھی کہ ہمارے مدرسے کے طالب علم جو ہیں جو یہاں سے پڑھ کر جانے والے ہیں' ان کے پاس بخاری' ترمذی کتابیں ہیں وہ پڑھاتے ہوں گے لیکن کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر ہمیں حیرانگی ہوئی اور خوشی بھی ہوئی کہ جہاد افغانستان کے دوران ان طلباء کے بغل میں بخاری شریف اور کاندھوں پر سٹنگر میزائل تھا۔ وہ دین کی خدمت بھی کر رہے تھے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی کر رہے تھے۔ ایسی ایک نہیں بہت سی مثالیں آپ کو ملیں گی۔ میرے خیال میں بحیثیت استاذ جامعہ کراچی یہ کتاب ان تمام اداروں کے لئے' افراد کے لئے' ملکوں کیلئے جن کے ذہن میں جہاد کے بارے میں کوئی شبہ ہے' مس انڈرسٹینڈنگ ہے یا وہ جہاد کو دہشتگردی قرار دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ان کے یہ خدشات دور ہو جائیں گے۔ مولانا نے بالکل واضح طور پر فرمایا کہ دہشتگردی کیا ہے؟ اور جہاد کیا ہے؟ اسکے ساتھ ساتھ میں کچھ عرض بھی کرنا چاہوں گا' سفارش تو نہیں کر سکتا ہوں' میں تو انکا شاگرد ہوں عرض کروں گا کہ اس کے اگلے ایڈیشن کے لئے میرے ذہن میں کچھ ریکمنڈیشن ہیں وہ بھی اس میں شامل کر دی جائیں تو انشاء اللہ اسکی حیثیت اور بڑھ جائے گی۔ پہلی بات تو یہ کہ ملک بھر کے لائبریرز میں اور دنیا بھر میں اس کو متعارف کرنے کیلئے اس کیلئے آئی ایف بی نمبر لینا چاہیے اور لائبریری آف کانگرس کا نمبر اس پر پرنٹ ہونا چاہیے۔ تاکہ یہ پوری دنیا میں پڑھی جا سکے۔ اسکے علاوہ اگر یہ انٹرویوز انگریزی میں ہوں اور لوگوں نے انگریزی میں کیئے اور مولانا کے ادارے کے پاس اسکی آڈیو کیسٹس موجود ہوں تو اس

کی انگریزی شائع ہونی چاہیے۔ اگر نہیں تو اس کے سلکٹیڈ عنوانات جو میری نظر میں ہیں' میں گزارش کرتا ہوں کہ ہمارے فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز کو آپ اجازت دینگے تو وہ انشاء اللہ اسکا ترجمہ شائع کریگی اسکی سرپرستی کیلئے میں جناب وزیر اعلیٰ سے درخواست کرونگا کہ اس پروجیکٹ کی سرپرستی آپ فرمائینگے اور کیوں؟ بات یہ ہے کہ اسلام کو جب بھی قوت ملی وہ یا تو صحرا سے ملی یا کوہستان سے ملی اور اتفاق کی بات اور بہت اچھا اتفاق ہے کہ آج مرد کوہستانی بھی' موجود ہے اور بندہ صحرائی بھی موجود ہے اسی لئے اقبال نے کہا تھا کہ

ع　فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی　یا بندۂ صحرائی یا مرد کوہستانی

انشاء اللہ باقی کسی وقت موقع ملا تو کتاب پر تفصیلی تبصرہ کروں گا۔ میں اجازت چاہتا ہوں آپ کی توجہ کا شکریہ۔

مولانا احتشام الحق تھانوی کے جانشین حضرت مولانا تنویر الحق تھانوی جناب صدر! قابل احترام علماء کرام ودانشواران قوم' حاضرین محفل حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحق کی یہ صفت سب سے زیادہ ممتاز ہے کہ نسبتوں کا بڑا لحاظ فرماتے ہیں اور اسی نسبت سے شاید انہوں نے فیصلہ فرمایا اور میری عزت افزائی کا یہ سامان فراہم کیا۔ میں ان کے تمام رفقاء کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جہاں ایسی شخصیات ہوں جو اپنے اپنے شعبوں کے آفتاب و ماہتاب ہیں حقیقت یہ ہے کہ غیر رسمی طور پر یہ بات عرض کرر ہا ہوں کہ وہاں پر لب کشائی کی ہمت بھی نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اس میں کچھ شک نہیں کہ اس پر آشوب زمانہ میں اور عالم اسلام کی ایسی صورتحال میں جو پورے عالم اسلام کو درپیش ہے یہ کتاب ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' جس کی آج رونمائی ہوئی' اس کا مطالعہ پورا تو نہیں ہو سکا لیکن میں نے یہ اندازہ لگایا کہ حضرت مولانا نے بڑی محنت اور بڑے جذبات کیساتھ اسلام کی مسلمانوں کی صحیح معنوں میں وکالت فرمائی ہے۔ اور مولانا کا یہ حق بھی ہے اس لئے کہ افغانستان کیساتھ ان کا جو قرب رہا ہے وہ مجھے معلوم ہے کہ ماضی میں بھی بڑی بڑی شخصیات ان کے رابطہ میں رہے' ان کے مدرسے سے تعلق رہا۔ اس عنوان پر سب مسلمان اپنی اپنی رائے دے سکتے ہیں لیکن مولانا نے واقعتاً جو باتیں جمع فرمائی ہیں وہ نہ صرف یہ کہ علماء کیلئے بلکہ ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کے لئے یقیناً اس میں بہترین مواد ہوگا۔...... میں یہ دیکھتا ہوں کہ پاکستان سے جب باہر جایا جائے' یورپ میں وہاں عام طور پر مسلمان بڑی عجیب کیفیت کے شکار ہیں اور برا ماننے کی بات نہیں' میرے والد محترم فرماتے تھے کہ کھجلی تو سر سے لے کر پاؤں تک لگتی ہے جسم کا تقاضا ہے لیکن ایک کھجلی ایسی ہے جو کہ اصل میں مولوی کو دیکھ کر ہوتی ہے اور وہ ہوتی ہے دماغ میں۔ مطلب یہ کہ عالم کو دیکھ کر پھر سوالات کئے جاتے ہیں۔ یہ سوال عام طور پر کیا جاتا ہے کہ یہ کیا جہاد ہو رہا ہے؟ اور کیا اس کا نام اسلام ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کی واقعتاً بہت ضرورت ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے اسلام خالصتاً وہ دین ہے جس نے ہمیشہ امن وسلامتی کا درس دیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ پریس اور میڈیا اُن کے ہاتھ میں ہیں اور وہ

ع　جنوں کا نام خرد رکھ دیا اور خرد کا جنوں　جو چاہے آپکا حسن کرشمہ ساز کرے

آپکے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ ان شاء اللہ مولانا کی یہ تصنیف ہمارے لئے مشعل راہ ہوگی' اور سبکو اس سے استفادہ کی

ضرورت ہے اللہ تعالیٰ مولانا کی اس محنت کو قبول فرمائے اور عالم اسلام و پاکستان کو اللہ ہر قسم کے فتنوں اور شر سے محفوظ فرمائے۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اعوذ باللہ من الشطین الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یریدون لیطفؤوا و نور اللہ بافواھھم و اللہ متم ونورہ ولو کرہ الکافرون میرے انتہائی قابل احترام مہمان خصوصی جناب ارباب غلام رحیم صاحب۔ میرے انتہائی محترم جلیل القدر علمائے کرام مشائخ عظام عمائدین ملک وملت دانشواران اور محترم حاضرین!

میں اپنی کتاب کے بارے میں کچھ کہوں مناسب نہیں کہ اس تقریب میں تقریر کروں اور یہ محبت کی اور حسن ظن کی باتیں میں نے اپنی تعریف کی سنی۔ اور جو واللہ میری طبیعت گوارا نہیں کرتی۔ یہ کتاب جس کی تقریب رونمائی ہو رہی ہے۔ اس سلسلے کے ذریعہ سے سلگتے ہوئے مسائل کو جو راکھ میں دبادیئے گئے ہیں اور اندر سے وہ سلگ رہے ہیں ان چنگاریوں کو کسی طرح زندہ کرنا چاہتے ہیں اور پھیلانا چاہتے ہیں۔ یہ مسائل جن کا زبان پر اسوقت لانا دہشت گردی اور کفر بن چکا ہے کسی طرح یہ جمود توڑا جائے اور اس کے ضمن میں جو وقت کے اہم ترین مسائل ہیں، امت مسلمہ کو جو چیلنج درپیش ہیں۔ ہمارے اوپر انتہائی سخت دور آئے ہیں فقہ اور علم کلام کے مباحث اور نظریاتی امور اور قرامطہ و باطنیہ خوارج کا اور معتزلہ و روافض فلسفہ یونان اور منطق وحکمت کا دور آیا بہت بڑے چیلنجوں سے ہم گزرے ہیں، اس کے مقابل پھر پورا علم کلام نئی سے نئی شکل میں علماء نے مرتب کیا۔ میں سمجھتا ہوں اس وقت عالم اسلام کا مسئلہ فقہ کے اختلافی مباحث نہیں ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کی اہمیت اور علم کلام میں جو موشگافیاں ہیں اس کا وقت نہیں۔ اس وقت کا علم کلام یہی ہے جو اسی کتاب میں چھیڑا گیا ہے۔ یعنی عالم کفر جن مسائل کو اچھال رہا ہے اور اٹھا رہا ہے یہی موضوعات ہیں جہاد ہے دہشتگردی ہے دینی تعلیم ہے۔ طالبان ہیں، ملا عمر ہے، اسامہ بن لادن ہے یہ اہم موضوعات اس وقت پورے زور وشور سے اٹھائے گئے ہیں اور اس سے صرف نظر کرنا خودکشی کو دعوت دینا ہے۔ یعنی پورا مغربی میڈیا آپ پر یلغار کر چکی ہے اور پرنٹ والیکٹرانک میڈیا ساری اسی پر لگی ہے وہ لوگ بڑے محنتی ہیں میں نے ایسے ایسے لوگ چار پانچ سالوں میں دیکھے ہیں ان میں نوجوان اور انتہائی راحتوں کے عادی لوگ اور عورتیں بھی تھیں جنہوں نے اپنے لئے اسے ایک جہاد سمجھا ہے۔ سخت گرمیوں، مچھروں اور شدید تکلیف دہ علاقوں میں دارالعلوم میں تین تین چار چار راتیں گزارتے تھے ہم ان کو نہیں چھوڑتے تھے لیکن وہ ساری ساری رات باہر لان میں ہاتھ سے دستی پنکھا چلاتی رہتی تھی۔

یعنی وہ اس کو ایک مشن بنا چکے تھے کہ اس زور وشور سے اس موضوع کو چلاؤ کہ مسلمانوں کا صفایا ہم نے توپ وتفنگ سے تو نہیں کیا اور یہی وقت ہے کہ اس ذریعہ سے انکا صفایا ہو جائے ان کے اپنے لوگ ان کے دشمن بن جائیں اور اتنا جھوٹ بولا جائے کہ خود باپ اپنے بیٹے کے خلاف اٹھ کھڑا ہو جائے کہ گھر سے نکلیں تو دہشت گرد ہے اور سارے حکمران بھی بیک آواز ہو یہ اس میڈیا کا زور ہے۔ وہ ہمیں توپوں، ٹینکوں اور بموں سے نہیں ختم کر سکے لیکن یہ جو یلغار

اس وقت شروع ہوئی ہم نے اس کا تعاقب نہیں کیا' ہم نے اپنے صحافی نہ دیکھے' ہم نے اپنے ایڈیٹر نہ دیکھے' ہم نے اپنی میڈیا کے لوگ اس طرح نہیں دیکھے کہ وہ بھی جنگلوں اور صحراؤں میں' پہاڑوں میں جہادی مراکز میں' تعلیمی اداروں میں جا کر دیکھے کہ حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے بارہ بارہ صفحات جھوٹ کے پلندوں کے شائع کیے کرسٹینا لیمب وہاں (حقانیہ) کے پیچھے منڈلاتی رہی اس نے چار سو صفحات کی کتاب لکھی اس نے ۱۴۰ صفحات میرے بارے میں خرافات کے بھرے۔ ہر چیز پر وہاں مٹی تھی' گرد آلود تھا' انہوں نے ہمارا نقشہ دنیا کے سامنے بھیانک پیش کیا کہ یہ ایک پرانے جنگل کی مخلوق ہیں۔ مجھ سے B.B.C کی ایک سرکردہ خاتون نمائندہ نے بڑے تعجب سے کہا جب وہ اپنی ایک ٹیم کے ساتھ حقانیہ آئی تھی۔ تین دن وہاں رہی۔ طالب علموں کا اٹھنا بیٹھنا' کھانا پینا' نماز پڑھنا' سٹڈی کرنا' انہوں نے کہا کہ ہم سب کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ تہجد کے وقت بھی اٹھتی اور دیکھتی کہ یہ لوگ (طالب علم) کیا کرتے ہیں۔ سارے حالات دیکھتی تو اس نے آ کر کہا کہ دنیا بھر میں ایسے مہذب سٹوڈنٹس ہم نے دیکھے ہی نہیں اور اس نے کہا کہ ہمیں یہ تعجب ہوا کہ طالبان کے نام بھی ہوتے ہیں آپ اس سے اندازہ لگائیں یعنی اس کو حیرت ہوئی کہ ان کے نام بھی ہوتے ہیں۔ عبدالرحمن۔ زید۔ عمر اور ابوبکر اس نے کہا کہ ہمیں تو بتایا گیا یہ بالکل جنگلی قسم کی مخلوق ہے۔ بالکل ریڈ انڈین قبائل کی طرح ایک مخلوق ہے' نکل کر یلغار کرتی ہے اور پھر واپس چلی جاتی ہے۔ جیسے بھیڑ بکریوں کے نام نہیں ہوتے اس طرح یہ بھی ہیں تو اس میڈیا کا سارا سلسلہ یہی ہے کہ اسے مسخ کر کے پیش کیا جائے انہوں نے چار دن فلم بندی میں گزارے اور جہاں کچن (مطبخ) میں کھانا تقسیم ہوتا ہے اور وہاں لائن میں طالب علم کھڑے ہوتے ہیں ایک شخص کمرے کے پانچ چھ افراد کے ٹکٹ لا کر دکھاتے اور کھانا وصول کرتے ہیں۔ وہاں اتفاقاً کہیں دو چھوٹے بچے لائن میں کھڑے تھے انہوں نے ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کی تو انہوں نے چار دنوں کی اس محنت کے بعد وہ منظر دکھایا کہ دیکھو یہ لوگ روٹی پر لڑ رہے ہیں۔ ہم نے انکے ساتھ کیا کیا سلوک کیا انہیں اس زمانہ میں افغانستان بھیجا۔ یہ بھی نہیں ہے کہ انہیں لاعلمی ہے ان کو یقین ہے کہ اسلام سراپا دین رحمت ہے اور سلامتی اسی میں ہے۔ اس کا نام ہی سلامتی اسلام ہے۔ اور ایمان امن سے ہے: المومن من امن الناس علی دمائھم و اموالھم۔ ایمان امن سے نکلا ہے' اسلام سلامتی سے نکلا ہے اور مسلمان ہر وقت جب ملتا ہے کافر کو بھی دشمن کو بھی دوست کو بھی السلام علیکم کہتا ہے۔ یعنی لاء اینڈ آرڈر اور امن سلامتی جب الگ ہے پھر کہتا ہے السلام علیکم جس مذہب کی بنیاد یہ ہو' اللہ تعالیٰ ہم سے جب پہلی بات کرے گا تو پہلی بات اللہ کی السلام علیکم پر ہوگی کہ تم پر سلامتی ہو سلام قولا من رب الرحیم ۔قرآن مجید میں ہے کہ پہلی ملاقات میں اللہ امن وسلامتی سے مخاطب کرے گا اور مسلمانوں کا نعرۂ اور شعار کیا ہوگا۔ تحیتھم فیھا سلام اور یہ ہے کہ کوئی اور بات ہی نہیں ہوگی سوائے اس کے الا قیلا سلاما سلاما ایک ہی گفتگو چل رہی ہوگی کہ سلام ہو سلامتی ہو تو وہ اس مذہب کو سمجھتے ہیں کہ سلامتی کا ہے لیکن انہوں نے ملیامیٹ کرنا ہے' آپ کو مٹانا ہے آپ کا اسلام ان کو برداشت نہیں ہے۔ تو پہلی دفعہ یہ فراڈ ۱۴۰۰ سال میں ہوا ہے۔ جنگ ہمیشہ ہوتی تھی'

پہلے انہوں نے مذہب کا مذہب سے جنگ کا نام دیا' ملک کا ملک سے جنگ کا نام دیا' قوم کا قوم سے جنگ کا نام دیا اور پہلی بار یہ ہوا ہے کہ عالم کفر سارا ایک ہو گیا ہے۔ الکفر ملة واحدة ہمیشہ ہے لیکن ہمارے خلاف ایسا کبھی نہیں ہوا تھا اپنی مجبوریوں کی وجہ سے مفادات کی وجہ سے کچھ ہمارے ساتھ ہوتے تھے کچھ ہمیں بچانے کے درپے تھے' امریکہ اور روس کی لڑائی آپ نے دیکھی کوئی ایک سپر پاور ہمارے ساتھ ہوتا تھا کوئی دوسرا سپر پاور ہمارے خلاف لڑتا' کوئی مصر کے ساتھ ہوتا کوئی الجزائر کے ساتھ ہوتا اور سب کے سب کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ مسلمان کے ساتھ نہیں تھے مسلمانوں کے خلاف ہو گئے ہوں' تاتاریوں کی جنگ میں بھی کچھ ہمارے پشت پناہ تھے۔ صلیبی جنگوں میں بھی ایسا تھا لیکن یہودی اور ہندو اس میں شریک نہیں تھے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ہندو ہو' مشرک ہو' یہودی ہو' عیسائی ہو اور کمیونسٹ بھی ہو یہ امتیاز بھی ختم ہو گیا۔ ہمیشہ سرمایہ دار اور کمیونسٹ آپس میں لڑتے تھے۔ وہ بھی اب ایک ہیں' مشرق اور مغرب کا فرق بھی ختم ہو گیا ہے۔ یہ مشرقی اقوام اپنے آپ کو مشرقی کہنے کے لئے مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب کا نعرہ لگاتے تھے لیکن اب آپکے بارے میں مشرق اور مغرب ایک ہو گیا ہے۔ ورنہ جاپان کو ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت ہے۔ فلپائن بھی یہی بات کرتا ہے' تھائی لینڈ بھی یہی بات کرتا ہے' جنوبی کوریا اور تمام یعنی سارے بدھسٹ بھی' کمیونسٹ بھی چین بھی انکی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ اس وقت پورا عالم کفر ہے اس میں ایک ملک بھی ہمارے ساتھ نہیں ہے' کوئی چھوٹی ریاست بھی ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ اور المیہ یہ ہے کہ پورے عالم کفر کے ساتھ پورے عالم اسلام کی جو قیادت ہے جو حکمران ہیں ۵۸ ملکوں کے بھی سب کے سب ان کے ساتھ کھڑے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ ہم عالمی کولیشن کے ساتھ ہیں۔ ایسا وقت کبھی تاریخ میں نہیں آیا تھا' کوئی تو صلاح الدین ایوبی ہوتا تھا' کوئی تو محمود غزنوی ہوتا تھا' کوئی محمد بن قاسم اٹھتا تھا' کوئی احمد شاہ ابدالی اٹھتا تھا' اس وقت پورے ۵۸ ممالک میں کوئی حکمران ایسا نہیں جو ان کی ہاں میں ہاں نہ ملا رہے ہوں کہ دہشت گردی ہے ہم دہشتگردی برداشت نہیں کر سکتے پھر یہ مصیبت دوسری ہے کہ ہمارے ساتھ جھگڑا بھی کسی اور نام پر نہیں ہے کہ کوئی ہمیں ہمدردی دے سکے۔ ہماری تصویر مسخ کر کے پیش کی جا رہی ہے کہ یہ دہشت گرد ہیں۔ اسلام دہشت گردی ہے' قرآن وسنت دہشت گردی ہے' مدرسہ ومنبر ومحراب دہشت گردی ہے اور رسول اللہ ﷺ نعوذ باللہ نعوذ باللہ سب سے بڑے دہشت گرد تھے اور دہشت گردی کا معنی کیا ہے؟ ڈاکو' خونخوار درندہ اب ہمارے گھر میں بھی ایک بچے کے بارے میں اتنے شور وغوغا سے کہا جائے کہ یہ بڑا خطرناک خونی ہے دوسرے بھائی جھٹلائیں گے۔ ایک دن ایسا کریں گے دوسرے دن' تیسرے دن' مگر چوتھے دن سب کہیں گے کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ اتنا زبردست شور ہے جب ہر ایک کہے گا کہ دہشت گرد ہے تو پھر پڑوسی بھی کہیں گے واقعی یہ دہشت گرد ہے پھر سارے محلے والے کہیں گے اور پھر پورا شہر کھڑا ہو جائے گا کہ مارو مارو اس کو نکالو اس پر رحم کا جذبہ پھر کسی کو نہیں آئے گا ۔ یہی پروپیگنڈہ پوری امت کے بارے میں ہے کہ یہ دہشت گرد ہیں' سانپ ہیں' اس لئے جمع ہو کر ہم سب ان کو مار رہے ہیں۔ اور اسکا زہریلا پن اتنی تیزی کے ساتھ زور وشور سے پھیلایا جا رہا ہے کہ سارے لوگ اس پر یقین کرنے

لگے ہیں۔ ہمارے حکمران بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں تو ایک ایسی خطرناک جنگ ہمارے اوپر آئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان حساس مسائل کو اجاگر کیا جائے اور اس کا جواب دلائل سے' محبت سے اور برہان سے دیا جائے کہ خدا کے بندو اسلام کو کیوں مسخ کر رہے ہو۔ اسلام تو اس کے برعکس ہے اور تم اگر اسلام کو مٹانا چاہتے ہو تو یہ الزام تو مت لگاؤ بہرحال اسلام تو نہیں مٹے گا اور اللہ نے اس آیت میں جو میں نے پڑھی کہا ہے کہ وہ سب مل کر نور اللہ کے مٹانے کے درپے ہیں۔ لیکن　ع　پھونکوں سے چراغ بجھایا نہ جائیگا

بہرحال یہ ایک ضرورت ہے کہ اس مسئلے کو دبنے نہ دیا جائے۔ میری تو خواہش ہے کہ کوئی ایسا بورڈ ہو کوئی ایسا بین الاقوامی اور بین الاسلامی ادارہ ہو جو اس میڈیا وار کا مقابلہ میڈیا وار سے کرے اور دلائل سے کرے' انگریزی میں دنیا کے خرافات اس موضوع پر چھپ رہے ہیں مخالفت میں' جواب کے لئے کچھ ادارے اس سلسلے میں ہونے چاہئیں جہاں جواب اور اصل تصویر ان کو پہنچائی جائے۔ بش یہ سب کچھ (حقیقت اسلام) سمجھ رہا ہے لیکن اپنے مفادات کے لئے ایسا کرتا ہے۔ اپنی قوم کو گمراہ کر رہا ہے۔ یہ دکھانے کے لئے کہ جو کچھ کر رہا ہوں وہ سب ٹھیک کر رہا ہوں اب اس قوم کے لئے ہمارے پاس کچھ ایسے لوگ ہونے چاہیے جو ان کے پاس جائیں اور ان کو سمجھائیں کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے' ان کے کالجوں یونیورسٹیوں اور سیمیناروں میں جائیں اور ان کے جوانوں کے پاس جائیں اور بتائیں کہ اسلام ایسا نہیں ہے یہ آپ کو ورغلا رہا ہے' خراب کر رہا ہے اور قتل کر رہا ہے۔ میں محمود شام صاحب سے بھی گزارش کروں گا کہ ایسی کچھ تجاویز مرتب ہونی چاہیئں تا کہ اس موضوع پر ایک ٹھوس کام بھی شروع ہو جائے' مجھے خوشی ہے کہ ڈاکٹر عبدالرشید صاحب نے بھی اس بات کی ضرورت محسوس کی اس سے پہلے لاہور میں جناب مجید نظامی نے بہت زور سے اور شدومد سے اصرار کیا کہ اس کا فوری طور پر انگریزی ترجمہ ہونا چاہیے۔...... ہمیں خوشی ہوگی کہ آپ حضرات اس کار خیر کو خود سنبھالیں میں نے مجید نظامی صاحب سے بھی کہا تھا کہ آپ کے پاس انگریزی اخبار بھی ہے اور اس کا سارا عملہ اور لکھنے والے ہیں تو اللہ کرے کہ یہ سلسلہ آپ لوگوں کے ذریعہ آگے بڑھے' یہ کتاب انگریزی میں چھپے اس میں جو مکررات ہیں ان کو نکالا جائے۔ اور خاص موضوعات پر تقسیم کیا جائے۔ اس کی اصل گفتگو ہمارے ترجمان کے ذریعہ انگریزی میں ہوتی تھی وہ سب ریکارڈ آڈیو کیسٹوں میں محفوظ ہے۔ یہ تو صرف ۴۰ انٹرویوز ہیں ٹوٹل انٹرویوز تو تین چار ہزار ہو چکے ہوں گے اور یہ سلسلہ ہر روز جاری ہے۔ یہ تو ہم نے اس کا ایک خلاصہ منتخب کیا ہے۔ لوگ مجھے منع کرتے تھے کہ انہیں کیوں دارالعلوم میں آنے دیتے ہو اور کیا انکے ساتھ سر کھپاتے ہو۔ میں نے کہا کہ اللہ انہیں ہمارے پاس اس دور افتادہ شہر (اکوڑہ خٹک) میں بھیج رہا ہے ہمیں چاہیے تھا کہ ہم جاتے ہمارے صحافی ہمارے علماء واشنگٹن' نیویارک اور ان کے کالجوں یونیورسٹیوں میں جاتے اور ان کو سمجھاتے' ہم سے یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ وہاں دور سے آتے ہیں اور اس ماحول میں ہمارے ساتھ بیٹھتے ہیں تو ہمیں تو اس پر خدا کا بڑا شکر گزار ہونا چاہیے کہ ہمیں بھی بات کرنے کا موقع دے رہا ہے۔

بہرحال جناب محمود شام صاحب نے بڑے اہم سوالات اٹھائے ہیں ان چیزوں پر بھی گفتگو جاری ہے۔

ہمیں سائنس وٹیکنالوجی کی اہمیت سے انکار نہیں ہے۔ سائنس وٹیکنالوجی بھی مسلمانوں کی روح ہے۔ دفاعی صلاحیت ضروری ہے۔ ایٹم بم نہایت اہم ہے نماز بھی اور روزہ بھی مگر میں آپ کو بتاؤں کہ خدا نے فرمایا ہے کہ و اعدو لھم ما استطعتم نماز کا نہیں کہا جارہا ہے کہ جتنا تمہارا بس چلے نماز پڑھو نہیں بلکہ پانچ وقت کا کہا' روزہ سارے سال کا نہیں کہا صرف ایک مہینہ' حج ساری زندگی میں صرف ایک مرتبہ۔ زکوٰۃ کا صرف چالیسواں خمس وعشر باقی سارا چھوڑ دیا لیکن صرف یہ مسئلہ ہے کہ مـا استطعتم اسے محدود نہیں کیا ایٹمی صلاحیت یا جوہری صلاحیت جتنا بھی تمہارا بس چلے یعنی پتھر کھاؤ' مٹی کھاؤ' بھوکے رہو' لیکن آخری سانس تک اس میں بڑھتے رہو۔

پھر اہل مغرب ہمیں کرنے کیا دیتے ہیں' ہم انتظار میں ہیں کہ ٹیکنالوجی میں ان کے برابر ہو جائیں تو میرے خیال میں ہم سو سال میں ان کی ٹیکنالوجی کو کور نہیں کر سکتے۔ تو اگر اس وقت کا انتظار کرو گے تو اس وقت تک تو ہم ملیا میٹ ہو چکے ہوں گے۔ صرف یہ دیکھنا کہ ان جیسی ایٹمی صلاحیت ہمارے پاس ہو تو پھر تو ہمارا نام ونشان ہی مٹ جائے گا۔ ہمارے حضورﷺ نے دو تلواروں اور نیزوں سے بھی کام لیا یہ نہیں کہا کہ مقابلہ مشکل ہے۔ ان کی سائنس و ٹیکنالوجی بہت آگے تھی لیکن یہاں عدد اور وسائل پر یہ جنگ نہیں ہوئی نصرت خداوندی اور ایمان پر ہوئی ہے۔ سو سال میں ہم ان کو کور کریں گے تو وہ ۵۰۰ سال اور آگے بڑھ چکے ہوں گے تو ہم ہاتھ پاؤں باندھ کر نہیں بیٹھے رہیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی افغانستان میں شکست نہیں ہوئی جیسا کہ محمود شام صاحب نے کہا روس کو نکالنے میں انہوں نے ۱۶ سال برداشت کئے اور یہاں تو ابھی دو تین سال ہوئے ہیں اور امریکی ابھی سے بھاگ رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ روس کے بھگانے کے عرصہ سے کم میں ان شاء اللہ امریکہ بھاگے گا۔ وہاں (افغانستان) میں ان کی حکومت نہیں ہے وہ وہاں سرکاری حدود اور کیمپوں سے نکل نہیں سکتے اور اگر جاتے ہیں تو موت کے منہ میں جاتے ہیں جیسا کہ وہ عراق سے بوریا بستر سمیٹ رہا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ روس جیسی طاقت کی انہوں نے ۱۶ برس تک مزاحمت کی اور امریکہ کو وہ کھلا چھوڑ دیں گے۔ نصرت خداوندی ہمارے ساتھ ہے۔ یہ ایک امتحان ہے اور امتحان کے چند دنوں میں اگر ہم حوصلہ بلند رکھیں اور قوم کو اپنا پیغام دیں اور اس موضوع کو زندہ رکھیں تو ان شاء اللہ نصرت خداوندی ہمارے ساتھ ہوگی۔ میں اپنی بات مختصر کرنا چاہتا ہوں' ہمیں خوشی ہے کہ ڈاکٹر شاہد مسعود بھی آئے ہیں انکے خیالات ہم سنیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ ایسا منصوبہ ہونا چاہیے کہ میڈیا وار کا ہر جگہ مضبوطی سے مقابلہ ہو' انگریزی میں بہت زیادہ زہریلا مواد آرہا ہے۔ اور ایک بڑا طبقہ اس سے متاثر ہو رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان تک بھی اپنے خیالات پہنچانے چاہئیں اور جوابات بھی۔ یہ وقت کا بہت بڑا جہاد ہے۔...... میں آخر میں جناب وزیر اعلیٰ سندھ ارباب غلام رحیم صاحب اور آپ سب حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں' یہ تقریب دو دن کے مختصر نوٹس پر منعقد ہو رہی ہے۔ پرسوں مجھے اسکا خیال آیا تو اللہ کی مدد ہے کہ ایسا بھرپور اجتماع ہو رہا ہے کہ گویا یہ ان سارے حضرات کے دلوں کی بات تھی اسلئے ان سب نے لبیک کہا۔ ان شاء اللہ آپکی یہ ساری نشست اللہ کے ہاں جہاد میں شمار ہوگی۔ ——— (جاری ہے)

پروفیسر ڈاکٹر دلشاد بیگم پشاور

حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تعین قرآن وسنت کی روشنی میں

حقوق اللہ:

فوجداری مقدمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اولاً مقدمات کی وہ نوعیت جو حق الٰہی پر مبنی ہوں اور جن میں تمام یا زیادہ تر شریعت کا حق شامل ہوتا ہے یا فقہی اصطلاح میں اس نوعیت کے مقدمات کہلاتے ہیں جیسے حدِ زنا، سرقہ، حق ارتداد، حد شراب نوشی، حد بغاوت وغیرہ۔

اس نوعیت کے جرائم چونکہ کسی شخصی دعوی کے بغیر ہی قابلِ دست اندازی سرکار جرائم (Cognizeable offence) ہیں لہذا ادخالِ مقدمہ یا مقدمہ کی سماعت کے جواز یا مشروعیت کے لئے بلا مطالبہ عدالت گواہ گواہی دے سکتا ہے۔

حقوق العباد:

ثانیاً فوجداری مقدمات کی وہ نوعیت جن میں شرعیٰ اور ریاستی حق کی بنسبت شخصی حق غالب ہوتا ہے، اس نوعیت کے مقدمات کی سماعت چونکہ مدعی کی طرف سے ادخال دعویٰ کے بغیر ممکن نہیں لہذا ان میں گواہ صرف اس وقت پیش ہوں گے جب مدعی دعوی داخل کر چکا ہو، مثلاً حد قذف یا حد سرقہ یا قصاص و دیت وغیرہ، یہاں یہ بھی واضح رہے کہ مدعی کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ (مذکورہ تینوں مقدمات میں) دعویٰ سے دستبردار ہو کر مدعا علیہ کے خلیفہ مقدمہ کو ختم کرے یا قبل از دعویٰ یا دورانِ سزا مجرم کو معاف کرے اور بقیہ سزا کے نفاذ کو روک دے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ ص ف مالکی فقہاءؒ حدّ قذف اور حدّ سرقہ کو بھی پہلی قسم (Categary) میں رکھتے ہیں۔ انکے نزدیک جہاں عدالت دوسری ریاستی جرائم کے خلاف حسب رپورٹ بلا دعویٰ سماعت کرنے کا مجاز ہے، وہاں عدالت اس بات کا بھی مجاز ہے کہ حدّ سرقہ یا حدّ قذف میں مالِ مسروق کے مالک یا شخص مقذوف (The Defamed) کے دعویٰ کے بغیر عدالتی کاروائی شروع کرے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مال مسروق کا مالک یا شخص مقذوف اس بات کا بھی مجاز نہیں کہ سارق یا قاذف کو معاف کرے۔

سول مقدمات (Civil Suits)

سول مقدمات کا اطلاق ان تمام مقدمات پر ہوتا ہے جن کا تعلق حد یا قصاص یا تعزیز سے نہ ہو مثلاً:

۱۔ وقف برائے رفاہِ عامہ ۲۔ معبد برائے رفاہِ عامہ وغیرہ

حقوق اللہ میں یہ سول مقدمات شامل ہیں جن کا تعلق وقف برائے رفاہِ عامہ سے ہو۔ یہ وہ مقدمات ہیں جن کو ریاستی مقدمات کہا جاتا ہے جن میں ریاست یا سرکار مدعی بن سکتی ہے' ہر شہادت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ کوئی دعویٰ موجود ہو لیکن مندرجہ ذیل صورتوں میں بغیر دعویٰ بھی شہادت قبول کی جائے گی۔

ا۔ خواہ گواہان موقوفہ جگہ میں خود مقیم ہوں مثلاً دو گواہوں نے شہادت دی کہ فلاں شخص نے اپنی فلاں جائیداد مسجد میں مقیم فقراء پر وقف کردی ہے تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی چاہے گواہاں بذات خود اس مسجد میں مقیم فقراء میں سے ہوں (۱)

البتہ اگر دو گواہ شہادت دیں کہ فلاں شخص نے اپنے مکان کے کچھ حصے کو وقف کردیا ہے لیکن وہ یہ نہ بتلا سکے کہ اس نے کس حصے کو وقف کیا ہے تو ان کی شہادت ردّ کردی جائے گی (۲)

اگر گواہ نے اپنے بیان میں کہا کہ فلاں جائیداد فلاں ادارے پر وقف ہے لیکن انہوں نے واقف کا نام نہیں بتلایا' یا یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ کس نے اس جائیداد کو وقف کیا ہے تو صحیح یہی ہے کہ انکی شہادت قبول نہیں کی جائیگی (۳)

ب۔ رمضان المبارک' عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے چاند کے بارے میں بھی شہادت بغیر دعویٰ قبول کی جائے گی۔

ج۔ حدِ قذف اور حدّ سرقہ (باختلاف فقہاء) کے علاوہ دیگر حدود میں بھی شہادت بغیر دعویٰ کے قبول کیجاتی ہے (۴)

حقوق العباد کے مقدمات میں شہادت بغیر دعویٰ کے مقبول نہیں ہوتی' برخلاف حقوق اللہ کے کہ ان کے مقدمات میں دعویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو اسلام میں بہت اہمیت دی گئی ہے اور ان کے حق تلفی پر سخت وعید آئی ہے۔ اسی طرح جرم کی نوعیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سنگین نوعیت کے جرائم پر سزا بھی سنگین مقرر کی ہے جس میں حدود اللہ کی خلاف ورزی پر معافی بالکل نہیں ہے۔ لیکن قصاص اور دیت میں اگر وارث مقتول یا مجروح معاف کرے تو دیت یا کفارہ دے کر وارثوں کے معاف کرنے پر معاف ہوسکتا ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ المائدۃ میں آتا ہے:

' انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا أن یقتلوا أو یصلبوا او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم (۵) (سورۃ المائدۃ ۵:۳۳)

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد (یعنی بدامنی) پھیلاتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں' یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا''

ان آیات میں قتل وغارت گری ڈاکہ زنی چوری وغیرہ کی شرعی سزاؤں کا بیان ہے۔

شرعی سزاؤں کی اقسام (حدود)

دنیا کے عام قوانین میں جرائم کی تمام سزاؤں کو مطلقاً تعزیرات کا نام دیا جاتا ہے' خواہ وہ کسی جرم سے متعلق ہوں مثلاً تعزیرات پاکستان' تعزیرات ہند وغیرہ' لیکن شریعت اسلام میں معاملہ اس سے جدا ہے' بلکہ جرائم کی سزا کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ حدود۔ ۲۔ قصاص ۳۔ تعزیرات

جن جرائم سے کسی دوسرے انسان کو تکلیف یا نقصان پہنچا ہے اس میں مخلوق پر بھی ظلم ہوتا ہے اور خالق کی بھی نافرمانی ہوتی ہے۔ ہر ایسے جرم میں حق اللہ اور حق العبد دونوں شامل ہوتے ہیں اور انسان دونوں کا مجرم بنتا ہے۔

حد اور قصاص کے لئے شریعت اسلام نے سزا مقرر کی ہے' حد قابل معافی جرم نہیں ہے جبکہ قصاص کی معافی اگر بندہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے' اس کے علاوہ باقی جرائم کی سزاؤں کے لئے کوئی پیمانہ متعین نہیں کیا بلکہ یہ قاضی کے اختیار میں ہے کہ ہر زمانہ اور ہر مکان اور ہر ماحول کے لحاظ سے جیسی اور جتنی سزا انسدادِ جرم کے لئے ضروری ہے وہ جاری کردے۔ یہ بھی ضروری ہے۔ ہر اسلامی حکومت شرعی قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے قاضیوں کے اختیارات پر کوئی پابندی لگادے اور جرائم کی سزاؤں کا کوئی خاص پیمانہ دے کر اسے اس کا پابند کردے جن جرائم کی کوئی سزا قرآن وسنت نے متعین نہیں کی بلکہ حکام کی صوابدید پر رکھا ہے۔ ان سزاؤں کو شرعی اصطلاح میں ''تعزیرات'' کہا جاتا ہے اور جن جرائم کی سزائیں قرآن وسنت نے متعین کردی ہیں وہ دو قسم کی ہیں:

ایک وہ جن میں حق اللہ کو غالب قرار دیا گیا ہے ان کی سزا کو 'حد' کہتے ہیں جس کی جمع ''حدود'' ہے۔

دوسرے وہ جن میں حق العباد کو از روئے شرع غالب مانا گیا ہے۔ اس کی سزا کو 'قصاص' کہا جاتا ہے۔

شریعت اسلام میں حدود صرف چھ ہیں:

۱۔ ڈاکہ ۲۔ چوری ۳۔ زنا ۴۔ تہمت ۵۔ شراب خوری ۶۔ حد ارتداد

یہ سزائیں جس طرح کوئی حاکم وامیر کم یا معاف نہیں کرسکتا اور توبہ کرلینے سے بھی دنیاوی سزا میں معافی نہیں ہوتی۔

ان میں صرف ڈاکہ کی سزا میں ایک استثناء ہے کہ ڈاکو اگر گرفتاری سے قبل توبہ کرلے اور معاملات سے اس کی توبہ پر اطمینان ہوجائے تو یہ حد ساقط ہوجائے گی۔ حدود اللہ میں سفارش کرنا بھی جائز نہیں اور ان کا سننا بھی جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی سخت ممانعت کی ہے۔ حدود کی سزائیں عام طور پر سخت ہیں اور ان کا نفاذِ قانون بھی سخت ہے۔ ان میں کسی کو کسی قسم کی کمی بیشی کی کسی حال میں نہ اجازت ہے نہ کوئی ان کو معاف کراسکتا ہے۔ جہاں سزا

اور قانون کی یہ سختی رکھی گئی ہے وہیں معاملہ کو معتدل کرنے کے لے تکمیل جرم اور تکمیل ثبوتِ جرم کے لئے شرطیں بھی نہایت کڑی رکھی گئی ہیں۔ لہذا ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو حد ساقط ہو جاتی ہے بلکہ ادنیٰ سا شبہ بھی ثبوت میں پایا جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اسلام کا مسلمہ قاعدہ اس میں یہ ہے:

الحدود تندرء بالشبہات (۶) ترجمہ: ''حدود کو ادنیٰ شبہ ساقط کر دیتا ہے''

لیکن جہاں حد شرعی معمولی شبہ یا شرط کی کمی سے ساقط ہو بھی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ مجرم کو کھلی چھٹی دے دی جائے بلکہ حاکم اس کے مناسب حال اس کو تعزیری سزا دے گا۔ فرض کریں کہ زنا کے ثبوت پر صرف تین گواہ ملیں اور گواہ عادل ثقہ ہوں مگر نصابِ شہادت جو چار گواہوں کی اس حد میں مقرر ہے نہ ملیں تو حد شرعی تو جاری نہ ہوگی بلکہ حاکمِ وقت اس کو مناسب تعزیری سزا دے گا۔ اسی طرح اگر چوری کے لئے شہادت کا نصاب مقررہ پورا نہ ہو تو دوسری تعزیری سزائیں حسبِ حال دی جائیں گی۔

اسی طرح قصاص کی سزا بھی حدود کی طرح قرآن میں متعین ہے کہ جان کے بدلے جان لی جائے زخموں کے بدلے مساوی زخم کی سزا دی جائے بخلاف قصاص کے کہ اس میں حق العبد کی حیثیت کو قرآن وسنت نے غالب قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاتل پر جرمِ قتل ثابت ہو جانے کے بعد اس کو ولی مقتول کے حوالہ کر دیا جاتا ہے' وہ چاہے تو قصاص لے لے اور اس کو قتل کرادے اور چاہے تو معاف کردے' لیکن معافی کے بعد بھی مجرم کو کھلی چھٹی نہیں دی جائے گی بلکہ دوسرے لوگوں کی جانوں کی حفاظت کے لئے اس کو عمر قید کی یا دوسری قسم کی سزائیں دے کر اس خطرہ کا انسداد کرسکتی ہے۔

حد کی تعریف میں بطورِ حق خدا (حقاً اللہ) سے تخصیص پیدا ہو جاتی ہے اور جرائم قصاص اور دیت کی سزائیں حد کی تعریف سے نکل جاتی ہیں' کیونکہ یہ سزائیں اگرچہ شریعت کی مقرر کردہ ہیں لیکن یہ افراد کا حق ہیں اور عقوبات تعزیر بھی حد کی تعریف سے خارج ہو جائیں گی اس لئے کہ وہ مقررہ نہیں ہیں۔

عقوبتِ مقررہ کے معنی یہ ہیں کہ شارع نے ان کی نوعیت اور مقدار کا تعین کر دیا ہے اور ان کی نوع کے اختیار اور مقدار کے تعین کو حکمران یا قاضی کی منشاء پر نہیں چھوڑا ہے اور عقوبت (سزا) کے بطورِ حق خدا (حقاً اللہ) مقرر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سزائیں اجتماعی مفاد اور سلامتی نظام سے متعلق ہیں اور فقہاء جب کسی سزا کو اللہ کی جانب منسوب کر کے عقوبت بطورِ حق خدا (حقاً اللہ) کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ناقابل اسقاط ہے اور اسے نہ افراد ساقط کرسکتے ہیں اور نہ معاشرہ جس عقوبت سے مفادِ عامہ وابستہ ہوگا وہ حقاً اللہ ہوگی اور مفادِ عامہ یہ ہے کہ لوگوں کو فساد سے محفوظ رکھا جائے اور ان کا تحفظ کیا جائے۔ اس لئے ہر وہ جرم جس کی خرابی سے عامۃ الناس متاثر ہوتے ہوں اور اس جرم کی سزا سے انہیں فائدہ پہنچتا ہو وہ مقررہ سزا حقاً اللہ متصور ہوگی تاکہ مفادِ عامہ کا حصول اور نقصان و بگاڑ کی تلافی لازمی

ہو جائے‘ کیونکہ کسی سزا کے حقاً اللہ ہونے کا مفہوم یہی ہے کہ وہ افراد یا معاشرے کی جانب سے ساقط نہیں ہوسکتی۔[۷]

بعض فقہاء جرم حد کو جنایت سے تعبیر کرتے ہیں اور جرائم حدود کو اپنی تصانیف میں ’’جنایات‘‘ کے زیر عنوان درج کرتے ہیں۔ فقہ میں جنایت کے معنی اس فعل کے ارتکاب کے ہیں جو از روئے شریعت حرام ہو اس لحاظ سے جنایت کے معنی اس فعل کے ارتکاب کے ہیں جو از روئے شریعت حرام ہو اس لحاظ سے جنایت جرم کے مترادف ہے چونکہ حدود جرائم ہیں اس لئے ان کو جنایات کہنا بھی درست ہے اور جرائم حدود کو جنایات کہہ دینے سے اس کی حقیقت میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ ان جرائم کی سزائیں مقرر ہیں لیکن یہ بات بھی جاننے کی ہے کہ ہر حد جنایت ہے لیکن ہر جنایت حد نہیں ہے۔ اس لئے کہ جنایات میں تو جرائم تعزیر بھی داخل ہیں جن کی سزائیں غیر مقرر ہیں اور جس جرم کی سزا مقرر (متعین) نہ ہو وہ حد نہیں ہوتا‘ بلکہ جرمِ حد اس وقت بنتا ہے جب اس کی سزا متعین ہو اور حقاً اللہ ہو[۸]۔

جرائم حدود چھ ہیں: ۱۔ زنا ۲۔ تہمت ۳۔ مے نوشی ۴۔ چوری (سرقہ)

۵۔ راہزنی (حرابہ) ۶۔ ارتداد

یہ چھ جرائم جمہور فقہاء کی رائے کے مطابق ہیں۔ سوائے ابن حزم کے[۹]۔

قوانین وضوابط اسی لئے وضع کئے جاتے ہیں کہ معاشرہ کے اعمال وافعال کو مخصوص خطوط پر استوار کیا جاسکے۔ مثلاً شریعت اسلامیہ زنا پر اس لحاظ سے سزا دیتی ہے کہ زنا سماجی وجود اور معاشرتی سلامتی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس سے خاندانی نظام (Family System) بالکل تباہ ہو جاتا ہے۔ اس سے برائی اور بے حیائی کی اشاعت ہوتی ہے‘ جس سے خاندان تہ وبالا ہو کر معاشرے کو بگاڑ کر اور بے راہ روی کے راستے پر ڈال دیتا ہے‘ جبکہ شریعتِ اسلامیہ معاشرے کو مضبوط‘ پیوست اور ہم آہنگ رہنے کا بہت زیادہ متمنی ہے۔

حدّ زنا کی اہمیت کو ایک باشعور انسان ہی بخوبی سمجھ سکتا ہے‘ فی الواقع زنا اجتماعی جرائم میں سب سے خطرناک جرم ہے اور سماجی مفاد کا تقاضا ہے کہ زنا کو بہرصورت حرام قرار دیا جائے اور اس کے ارتکاب پر سخت سزا دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اور زنا پر سخت سزائیں مقرر کی ہیں حتیٰ کہ احصان کے بعد زنا کرنے والے کو زندہ رہنے کے قابل نہیں گردانا ہے کہ وہ ایک بری مثال بن گیا ہے اور شریعت کسی کو یہ حق نہیں دیتی کہ وہ معاشرے کے لئے ایک بری مثال بن کر زندہ رہے۔

اسی طرح حدِ قذف جو شرعی حد ہے‘ اس اصول کی رو سے بے گناہ لوگ جھوٹوں کے اتہام سے محفوظ رہتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں قولی جرائم کے بارے میں اساسی اصول یہ ہے کہ کذب وافتراء ہر حالت میں حرام ہے اور صدق (سچ) ہر حالت میں قابل تعریف ہے۔

شریعت اسلامیہ کے اس اصول میں کوئی استثناء نہیں ہے‘ اسلامی شریعت جہاں انسان کی پبلک لائف کو

دھوکہ دہی اور ریا کاری سے محفوظ رکھتی ہے وہاں انسان کی زندگی کو ہوائے نفس کی پیروی سے بچاتی ہے اور سچ کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور برے کام کا بار خود برے آدمی کے اوپر ڈالا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے قذف کا ثبوت فراہم کرنے کی اجازت دی ہے اگر قاذف ثبوت فراہم کرنے سے عاجز ہو تو وہ ظالم اور مستحق سزا ہے اور یہی حدود اللہ کی خوبی ہے نیز فرمانِ الٰہی ہے:

ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولهم عذاب عظیم (سورۃ النور:۲۴:۲۳)(۱۰)۔

ترجمہ ''جو لوگ پاک دامن بے خبر اور مومن نفوس پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔''

فقہاء کرام نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تقسیم کی ہے' لیکن اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ ہر حکم شرعی اس لئے صادر ہوا کہ اس کی اتباع کی جائے۔ شریعت کا منشا ہی انسانی فلاح و بہبود ہے مثلاً جرمِ سرقہ کہ اس سے حق اللہ یعنی اجتماعی حق بھی پیدا ہوتا ہے کہ مجرم کو سزا دی جائے اور مسروق منہ کا بھی حق پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مال واپس دلایا جائے۔

حواشی و مصادر

۱۔ جامع الفصولین: ۱۲۳/۱ (الرملی خیر الدین: حاشیہ الی جامع الفصولین: طبع مصر ۱۳۰۰ھ

۲۔ نفس مصدر

۳۔ بحوالہ مذکورہ بالا ۱۳۰/۱

۴۔ ''اتحاف البصار والبصائر: ۳۰۱ (بحوالہ ڈاکٹر تنزیل الرحمان: ''اسلامی قانون شہادت'' ۲۳/۷) طبع اسلام آباد

۵۔ القرآن (سورہ المائدہ: ۵:۳۳)

۶۔ السرخسی' محمد بن احمد ''المبسوط'' ۱۶/۱۳۰ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۷۰ھ

۷۔ الکاسانی' ابوبکر بن مسعود ''بدائع الصنائع فی الترتیب الشرائع'' ۷/۵۶ طبع سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ء

۸۔ الغزالی محمد بن محمد ابو حامد ''الوجیز'' ۲/۱۶۴ طبع بیروت' ۱۳۹۹ھ

۹۔ ابن حزم' احمد بن سعید ابو محمد ''المحلی'' ۱۱/۱۱۸ طبع بیروت

۱۰۔ القرآن: (سورہ النور: ۲۴:۲۳)

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

محمد مرمڈیوک پکتھال کی علمی وقرآنی خدمات

مرمڈیوک پکتھال (Marmaduke Pickthall) 1875ء میں لندن کے ایک عیسائی پادری ولیم پکتھال کے ہاں پیدا ہوئے' انہوں نے اپنی زندگی کے ابتدائی ایام سفک (Suffolk) کے دیہی علاقے میں گزارے۔ وہ علاقے کے معروف پرائیویٹ اسکول (Horrow) میں ونسٹن چرچل کے ہم عصر تھے۔ ان کو ابتداء ہی سے فوج یا فارن سروس میں جانے کا شوق تھا' سفک میں قیام کے فارغ دنوں میں پکتھال نے عرب دنیا اور ترکی کا بڑا جامع اور مطالعاتی دورہ کیا۔ اور اسلام کا بڑے قریب سے مطالعہ کیا۔

۱۹۱۷ء مرمڈیوک پکتھال نے اسلام کی حقانیت سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ اور جلد ہی وہ برطانوی مسلم رہنما کے طور پر منظرِ عام پر آگئے۔ ۱۹۱۹ء میں محمد مرمڈیوک پکتھال لندن کے ایک ادارے Islamic Information Bureau سے منسلک ہوگئے جہاں دیگر اشاعتی مواد کے علاوہ ہفت روزہ رسالہ Muslim Outlook بھی شائع ہوتا تھا۔ محمد مرمڈیوک پکتھال اس رسالے میں ترکی کی خلافتِ عثمانیہ کے حق اور اس کے دفاع میں مضامین لکھتے تھے' دراصل جس وقت پکتھال نے اسلام قبول کیا دوسری عالمگیر جنگ ختم ہوچکی تھی اور ترکی شکست کھاچکا تھا اور ترکی کی خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوچکا تھا' ان تمام واقعات کا پکتھال کے دل و دماغ پر گہرا اثر تھا۔ اور وہ خلافت عثمانیہ کے ختم ہونے پر بڑے دل گرفتہ تھے۔ اس عرصہ میں پکتھال کی تحریروں کی شہرت انگلینڈ سے نکل کر برصغیر تک پہنچ چکی تھی' اسی دوران آپ ہندوستان تشریف لے گئے' اور بمبئی پہنچ کر Bombay Chronicle کی ادارت سنبھال لی۔ ۱۹۲۵ء میں محمد مرمڈیوک پکتھال کو نظام آف حیدرآباد دکن کی طرف سے ایک اسکول کی پرنسپل شپ کی پیش کش ہوئی' جسے پکتھال نے فوراً قبول کرلیا اور اسکول کے پرنسپل ہوکر حیدرآباد چلے آئے۔ حیدرآباد کی اس وقت آبادی چار لاکھ نفوس پر مشتمل تھی اور پوری ریاست کی آبادی بارہ ملین افراد پر مشتمل تھی۔ حیدرآباد دکن کا حکمران خاندان مسلمان تھا تاہم ریاست کی اکثریتی آبادی غیر مسلموں کی تھی۔

نظام دکن' میر عثمان علی خان ۱۹۱۱ء سے ریاست کے حکمران تھے اور وہ اسلامی وظائف اور عرب' خاص طور پر یمن کے صوبہ حضر موت کے عربوں کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ وہ ایک مخیر' فیض رساں' کریم النفس اور مطلق العنان حاکم تھے' انہوں نے اپنی رعایا کی وفاداری کا صحیح لطف اٹھایا' انہوں نے مختلف اعلیٰ سرکاری ملازمین کا انتخاب نہ صرف متحدہ ہندوستان سے بلکہ غیر ممالک سے بھی کیا تھا' پکتھال کے الفاظ میں ''حیدرآباد تمام مسلمانوں کا دارالخلافہ تھا''

نظام خود بھی اردو اور فارسی کا قادر الکلام شاعر تھا اس نے حیدرآباد کو ہندوستان کا اسلامی تہذیب وتمدن کا مرکز بنادیا تھا۔ حیدرآباد میں پکتھال نے اسلامی رواداری اور وضع داری کے نمونہ کو بہت قریب سے دیکھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پکتھال کو میر عثمان علی خان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور انہوں نے بہت سے اہم ریاستی معاملات میں نظام کی مدد بھی کی۔ اسی سال پکتھال کو سہ ماہی Islamic Culture میگزین کا ایڈیٹر مقرر کردیا گیا جس کے سرپرست اعلیٰ خود نظام حیدرآباد تھے۔ اسلامک کلچر میگزین میں اسوقت کے بڑے بلند پایہ اسکالرز اور علماء مضامین لکھتے تھے۔ اس وقت کے نوجوان اور ابھرتے ہوئے اسکالرز جیسے ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور علامہ محمد اسد سابق(Leopold Weiss) بھی پکتھال کی سرپرستی میں اسلامک کلچر میں لکھتے رہے' حیرت انگیز طور پر مذکورہ دونوں اسکالرز اپنی علمی وتحقیقی سرگرمیوں کی بناء پر معروف ہوئے۔ بیش بہا دینی تحقیقی کاموں کے علاوہ علامہ محمد اسد نے انگریز میں قرآن مجید کا ترجمہ جبکہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے فرانسیسی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ محمد مرمڈیوک پکتھال نے اسلامی علوم وفنون اور اسلامی ورثہ کے عظیم مرکز برصغیر کو تباہی سے بچانے کیلئے بڑی انتھک خدمات سرانجام دیں جسے برطانوی سامراجی سازشیں تباہ کرنے کی ہر ممکن کوششیں کررہی تھیں' اس کی ایک جھلک ان کی تحریر Muslims in India-An Overview میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حیدرآباد میں قیام کے دوران پکتھال نے اشاعت اسلام اور فروغِ دین کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو بڑی جاں فشانی اور تندہی سے پورا کیا۔ ۱۹۲۵ء میں مدارس کے مسلمانوں کی ایک کمیٹی نے پکتھال کو اسلام کے تہذیبی اور ثقافتی پہلو پر خطبات کی ایک مکمل سیریز پیش کرنے کے لئے مدعو کیا Madras Lectures on Islamic Committee مختلف مواقع پر بڑے بڑے علماء اور اسکالرز کو مدعو کرکے خطبات کا اہتمام کرتی تھی۔

پکتھال نے اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی ثقافت وتاریخ کے حوالے سے آٹھ معرکۃ الآراء خطبات پیش کیے۔ یہ خطبات ۱۹۲۷ء میں شائع ہوچکے تھے' بعد میں پاکستان اور ہندوستان کے مختلف ناشرین بھی اس مجموعہ کو Culture side of Islam کے نام سے چھاپتے رہے' پکتھال نے ان لیکچرز میں اسلام کو ایسے اصلاحی انداز میں پیش کیا ہے کہ غیر مسلم حضرات بخوبی اسلام کو سمجھ سکتے ہیں' اوران کے اعتراضات واشکالات رفع ہوسکتے ہیں۔

موجودہ حالات میں تو ان کے پانچویں لیکچر Tolerance in Islam کی اشاعت کی شدید ضرورت ہے۔

محمد مرمڈیوک پکتھال اپنے قیام ہندوستان کے دوران نہ صرف مختلف فورمز سے اسلامی موضوعات پر لیکچر کے لئے مدعو کئے جاتے بلکہ ہندوستان کی بڑی بڑی مساجد بھی خطبات جمعہ کے لئے ان کو مدعو کرتیں۔ قیام ہندوستان کے دوران انہوں نے اردو زبان بھی سیکھ لی تھی۔ پکتھال کو تحریک خلافت کی وجہ سے مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ ایک خاص عقیدت تھی۔ ۱۹۲۰ء میں جب مولانا محمد علی جوہر لندن آئے تھے تو پکتھال نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ پھر

۱۹۲۰ء ہی میں پکتھال ''بمبئے کرانیکل'' کے ایڈیٹر بن کر ہندوستان آئے' نیز ان کے قیام حیدرآباد کے دوران بھی پکتھال کا مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ تعلق قائم رہا۔

محمد مرمڈیوک پکتھال کے علمی کارناموں میں ایک اہم علمی کام قرآن مجید فرقان حمید کی خدمت ہے' اور یہ خدمت انہوں نے ترجمہ قرآن مجید کی شکل میں کی' انگریزی میں ترجمہ قرآن مجید کا خیال ان کے ذہن میں اسی وقت سے موجود تھا' جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا' انہوں نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن مجید پڑھے سمجھے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو' دینی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ ہی انہوں نے ترجمہ قرآن مجید پر کام کا آغاز کردیا تھا۔ ۱۹۲۸ء میں پکتھال نے ترجمہ قرآن کے کام کو یکسوئی سے کرنے کیلئے اپنے کام سے دو سال کی چھٹی لی۔

قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کے دوران پکتھال نے برصغیر کے علماء یورپ میں موجود بعض مسلم زعماء اور مصر میں جامعۃ الازہر الشریف کے علماء سے مسلسل رابطہ رکھا اور ترجمہ کو درجہ استناد تک پہنچانے کے لئے ان سے مشورے لیتے رہے اور ترجمہ قرآن مکمل کرنے کے بعد آپ مصر تشریف لے گئے' جہاں آپ نے تین ماہ قیام کیا اور وہاں کے مسلم علماء سے اس ترجمہ قرآن کی منظوری حاصل کی۔

قیام مصر کے دوران ہی بعض مسلم زعماء نے پکتھال کو یہ مشورہ دیا کہ وہ ترجمہ قرآن کی کوششوں سے باز رہیں اور علمائے مصر کو مشورہ اور منظوری میں شامل نہ کریں کیونکہ بادشاہ کے نزدیک قرآن مجید کا کسی زبان میں بھی ترجمہ کرنا گویا گناہ کبیرہ کے مترادف ہے اور وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا اور علماء ازھر کا اس معاملہ میں تعاون کرنا ان علماء کے جامعہ ازھر سے اخراج کا اور پکتھال کے مصر سے اخراج کا سبب بن سکتا ہے۔ بہر حال ان زعماء نے پکتھال کے ساتھ تعاون جاری رکھا۔ قرآن مجید کے ساتھ پکتھال کی عقیدت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ پکتھال نے قرآن مجید از خود حفظ بھی کرلیا تھا۔ اور وہ اکثر قرآن مجید کے کلام اللہ اور معجزاتی کلام ہونے کا تذکرہ کرتے تھے' ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ مجھے اپنی مادری زبان انگریزی کا ایک پیراگراف یاد کرتے ہوئے دشواری محسوس ہوتی ہے جبکہ میں قرآن مجید کے صفحات آسانی کے ساتھ زبانی یاد کرلیتا ہوں' ساتھ وہ اس آفاقی کتاب کو سیکھنے اور سمجھنے کی طرف بھی بہت زور دیتے۔ .... ۱۹۳۰ء میں پکتھال کا انگریزی زبان میں ترجمہ قرآن **Meaning of the Glorious Koran** کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آیا' بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ اس ترجمہ قرآن کی اشاعت میں نظام آف حیدرآباد دکن میر عثمان علی خان نے خصوصی دلچسپی لی تھی اور زرکثیر صرف کیا تھا۔

محمد مرمڈیوک پکتھال کا یہ مؤقف تھا کہ قرآن مجید چونکہ کلام الٰہی ہے لہذا انسان کے لئے یہ محال ہے کہ وہ کلام اللہ کا ترجمہ کرسکے۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ اس کے مفہوم کے قریب پہنچ سکتا ہے' پکتھال کا ترجمہ قرآن مجید کسی بھی انگلش اہل زبان مسلمان کا پہلا انگریز ترجمہ ہے۔

یوں تو اب تک انگریزی زبان میں کافی تراجم قرآن میسر ہیں، لیکن انگریزی بولنے اور سمجھنے والے افراد خواہ وہ دنیا کے کسی خطے میں بستے ہوں، محمد مرمڈیوک پکتھال یا عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ قرآن کو اولیت و فوقیت دیتے ہیں، اول الذکر ترجمہ کو دنیا بھر کے مختلف ناشرین اور مسلم آرگنائزیشن چھاپتی ہیں، جب کہ موخر الذکر ترجمہ مختلف ناشرین کے علاوہ الرئاسة العامة الادارات البحوث العلمية و الافتاء و الدعوة و الارشاد مجمع خادم الحرمين الشريفين الملك فهد لطباعة المصحف الشريف" سعودی عرب سے طبع ہو کر ساری دنیا میں موجود ہے۔ محمد مرمڈیوک پکتھال نے ان حضرات سے اتفاق نہیں کیا جو ''اللہ'' کا انگریزی ترجمہ "GOD" کرتے ہیں، انکا کہنا ہے کہ ''اللہ'' خدائے بزرگ و برتر کا ذاتی نام ہے۔ اللہ ہی ساری کائنات کا خالق اور رازق ہے، انہوں نے اسلامی موضوعات پر انگریزی میں کام کرنے والوں سے اپیل کی کہ وہ اللہ کا ترجمہ GOD نہ کریں۔ یورپ اور مسلم امہ کی بڑی بڑی شخصیات کے پکتھال اچھے الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

محمد مرمڈیوک پکتھال کے انگریزی میں ترجمہ قرآن کو دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا گیا جو کہ اس کے مقبول ہونے کی واضح دلیل ہے۔ بعض علماء کی جانب سے پکتھال کے ترجمہ قرآن مجید پر تنقید بھی ہوئی اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے پکتھال کے ترجمہ قرآن کا جائزہ لینے کے لئے علماء واسکالرز کی ایک کمیٹی تشکیل دی۔

جائزہ رپورٹ میں پکتھال کے ترجمہ قرآن پر مکمل اطمینان کا اظہار کیا گیا اور اس کو قابل اعتماد قرار دیا گیا۔ بعد میں پکتھال کا ترجمہ قرآن ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے بھی شائع کیا گیا۔

اسلامک کلچر کے ایک اور ایڈیٹر اور معروف اسکالر علامہ محمد اسد نے بھی پکتھال کے ترجمہ قرآن پر غیر اطمینانی کیفیت کا اظہار کیا گیا اور انہوں نے بھی انگریزی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ ایک اور اسکالر پروفیسر احمد علی نے بھی اپنے انگریزی ترجمہ قرآن میں پکتھال کی بعض اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔ واللہ اعلم ہمارے اکابر پکتھال کے ترجمہ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں معالم دروس القرآن کی دوسری جلد میں حضرت صوفی الحمید سواتی صاحب مدظلہ، بھی پکتھال کی قرآنی خدمات اور ترجمہ قرآن مجید کے معترف ہیں۔ پکتھال ۱۹۳۵ء میں ساٹھ برس کے ہو چکے تھے۔

۱۹۳۵ء میں حیدر آباد دکن کی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد انگلینڈ واپس تشریف لے گئے اور ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء کو سینٹ آیوس میں ان کا انتقال ہوا اور ۲۳ مئی کو woking کے قریب بروک وڈ، سرے کے مسلم قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ پکتھال کے انتقال کے بعد عبداللہ یوسف علی کا انگریزی ترجمہ قرآن شائع ہوا۔

نوٹ: تقریب دستار بندی کی رپورٹ اور حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کا تفصیلی خطاب آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں ....(ادارہ)

پروفیسر ہارون الرشید تبسم
لیکچرار انبالہ مسلم کالج سرگودھا

جمعیت کا سرفروش مجاہد حضرت خواجہ محمد صادقؒ

''میں آپ کا احسان مند ہوں'' یہ جملہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اکثر ادا کرتے ہیں کچھ لوگ یہ جملہ رسماً بولتے ہوں گے لیکن ایسے احباب کی بھی کمی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے احسان مند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے بندوں کا شکریہ ادا کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔

حضرت مولانا خواجہ محمد صادق صاحب میرے محسن تھے۔ میں ان کا ہر سٹیج پر شکریہ ادا کرتا رہا ہوں' اپنے محسن کی خبر پر مجھے دلی دکھ ہوا۔ 12 فروری 2003ء بروز بدھ عید قرباں کے موقع پر حضرت قاری عبدالسمیعؒ کے وصال پر عید گاہ میں ایک دردناک آواز گونج رہی تھی ''آج ہم یتیم ہوگئے' آج ہماری آواز گنگ ہوگئی ہے۔ قاری عبدالسمیع کا وصال ایک عہد کا وصال ہے۔'' یہ آواز خواجہ محمد صادق کی تھی۔ کسے معلوم تھا کہ یہ آواز بھی 29 ستمبر 2004ء بروز بدھ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے گی۔

حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ نے لوگوں کو آواز دی تھی' بولنا سکھایا تھا' اسلام پر مر مٹنے کا سبق پڑھایا تھا' دوستوں کیساتھ تعلق نبھایا تھا' جمعیت علماء اسلام کو اپنے لہو سے سینچا تھا۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خواجہ مرحوم کا احسانمند ہوں کیونکہ 1969 میں مجھے پہلی مرتبہ عوامی جلسہ سے متعارف کروانے کا تمام تر سہرا خواجہ محمد صادق کے سر ہے

قبلہ حضرت مفتی محمودؒ نے گلی نمبر 1 کوٹ فرید سرگودھا کے سامنے وسیع میدان جہاں آج کل گورنمنٹ انبالہ مسلم کالج ہے' میں ایک جلسہ سے خطاب فرمانا تھا۔ سٹیج سیکرٹری خواجہ مرحوم تھے دسویں جماعت کے طالب علم سے اتنے بڑے عوامی جلسے میں خطاب کی کیا توقع ہوسکتی ہے۔ بہرکیف حضرت مفتی صاحب کی موجودگی میں اسلام اور دَورِ حاضر کے بارے میں اظہارِ خیال کرکے آگے بڑھنے کا موقع ملا۔ بعدازاں واٹر سپلائی روڈ کے بڑے بڑے عوامی جلسے سے بھی مولانا خواجہ محمد صادق صاحب نے مجھے تقریر کرنے کی سعادت بخشی۔ ان عوامی سطح کے اجتماعات نے مجھے کھل کر بولنے کا موقع فراہم کیا۔ 1970-1972 کے دوران گورنمنٹ کالج میں الیکشن اور تحریر وتقریر کی کامیابیوں پر خواجہ محمد صادق مرحوم کی مبارکباد موصول ہوتی رہی۔ خواجہ محمد صادق مرحوم نے مجھ ایسے بہت سے طفلانِ مکتب کو آگے بڑھنے کا سیقہ سکھایا۔ ان کے والد حضرت مولانا خواجہ صالح محمدؒ سے میری شناسائی اپنے سسر الحاج محمد یونسؒ کی وجہ سے ہوئی۔ وہ جامع مسجد بلاک

1 میں تبلیغ دین کی خدمات کے حوالہ سے محتاج تعارف نہیں۔

حضرت خواجہ محمد صادق صاحبؒ 1939ء ٹانک ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد میں شیخ الاتقیا حضرت مولانا محمد صالح محمدؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا صالح محمد قطب دوراں شیخ الحدیث والتفسیر کی خدمت کے لئے سرگودھا منتقل ہوئے تو خواجہ مرحوم بھی اپنے والد کے ساتھ سرگودھا تشریف لے آئے اور ابتدائی تعلیم حفظ قرآن حکیم کے بعد درس نظامی جامع عربیہ سراج العلوم میں مکمل کیا۔ ان کے اساتذہ میں قطب دوران شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب' حضرت مولانا محمد نور صاحب سابق مدرس دارالعلوم حضرت مولانا خدابخش سابق مدرس جامع امینیہ دہلی' جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا مفتی احمد سعید بابائے سرگودھا حضرت اقدس شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالسمیع اور اپنے والد اسم بامسمی حضرت مولانا صالح محمدؒ ایسے اکابرین سے تعلم وتربیت کا شرف حاصل ہے اسی لئے ان شخصیات کا ان پر گہرا اثر تھا۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں جب مفتی محمد شفیع مولانا صالح محمد قاری عبدالسمیع صاحب کو پابند سلاسل کیا گیا تو تحریک کو سرگرم کرنے کے لئے خواجہ محمد صادق نے بھرپور جدوجہد کی۔ سرگودھا کے ہردلعزیز قانون دان مجاہد ختم نبوت جہانگیر سرور شیخ نے بتایا کہ وہ 1962ء سے مولانا محمد صادق کے ساتھ تعلق نبھار ہے ہیں۔ انہوں نے بجا کہا کہ مولانا صادق صاحب تقریباً 22 سال تک بلاک نمبر 26 کی جامع مسجد کے خطیب رہے راقم الحروف کے خیال میں خواجہ محمد صادق کی ذات میں سیمابی کیفیت تھی یہی وجہ ہے کہ 1969ء 1973ء' 1974ء 1977ء کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا شاہینوں کے شہر میں یہ تحریکیں بہت منفرد ہیں۔ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا فقید المثال مظاہرہ ان تحریکوں میں دیکھنے کو ملا۔ ان تحریکوں میں اکثر وبیشتر جلوس مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر 1 سے برآمد ہوا کرتے تھے۔ جب افغانستان میں اسلامی روایت پر مبنی حکومت قائم ہوئی تو مولانا سمیع الحق نے اسلامی فکر رکھنے والے دوستوں کے ساتھ افغانستان کا دورہ کیا تو سرگودھا سے خواجہ محمد صادق مرحوم' حافظ محمد عبداللہ' شاہین احسان مغل نے بھی قندھار اور ہرات کا تفصیلی دورہ کیا۔ ایک ملاقات میں شاہین احسان مغل نے بتایا کہ اس خیرسگالی کے دورہ میں خواجہ محمد صادق مرحوم نے وقت کی پابندی کا حرز جان نبھائے رکھا سائیکل کی سواری کو کبھی عار نہ سمجھا۔ الیکشن کے موقع پر MMA کے اجلاس ہوں یا جلسے سائیکل پر بروقت پہنچنا ان کی دلی لگن کا ثبوت ہے۔ الیکشن ہی کے موقع پر ایک ساتھی نے کہا کہ حضرت ہمیں فون کردیا کریں گاڑی پر آپ کو لے جایا کریں تو فوراً کہا کہ کیا کبھی کسی اجلاس' جلسہ یا جلوس میں میری غیر حاضری ہوئی تو ساتھیوں نے کہا کہ حضرت آپ کی ایک شخصیت ہے گاڑی ہونی چاہیے تو کہا کہ سائیکل پر بھی وہ شخصیت ہے جو گاڑی پر ہوگی۔ MMA ضلع سرگودھا کے بااختیار صدر ہونے کے باوجود عجز وانکساری ان کی شخصیت کا وصف رہی ملی یکجہتی کونسل ہو یا دفاع افغانستان پاکستان کونسل کی خدمات محتاج تعارف نہیں۔ وہ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری مالیات تھے۔ سرگودھا میں جمعیت علماء اسلام کے جتنے اجتماعات ہوئے مولانا ان کی کامیابی کے لئے

دن رات سرگرم عمل رہے۔ میرے خیال میں انہیں جمعیت کا سرفروش مجاہد کا خطاب ملنا چاہیے۔

انہوں نے سیاست کے خارزار میں بھی اپنی اصول پسندی کو مجروح نہ ہونے دیا۔ سماجی حلقوں میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا جب گورنمنٹ انبالہ مسلم کالج بلاک 23 میں تھا تو انہوں نے کالج کے گیٹ کے سامنے ایک دوکان میں اپنا کاروبار شروع کیا۔ ان سے روبرو ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ ان کی گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ملی وقومی جذبہ کے کھرے انسان تھے انہوں نے سچ کو سچ کہا منافقت ان سے کوسوں دور تھی سرگودھا کی دینی تنظیموں میں انہیں ایک غیر جانبدار عالم دین کی حیثیت دی جاتی تھی وہ قومی اتحاد کے داعی تھے اتحاد المسلمین کے لئے ان کی خدمات ہمیشہ یاد آتی رہیں گی۔ سرگودھا میں قائم ہونے والی امن کمیٹیوں میں ان کی شمولیت ازبس ضروری سمجھی جاتی تھی۔

حضرت قبلہ مولانا شیر محمد مرحوم اور مولانا محمد طارق نعمانی ان کی خدمات کے ہمیشہ معترف رہے مولانا محمد طارق نعمانی صاحب تو انہیں اتحاد علماء کی علامت کے لقب سے یاد کیا کرتے ان کی گھن گرج تقاریر سے سب متاثر ہوا کرتے تھے مجھے ان کی موجودگی سے کمپیئرنگ کر کے اس لئے فخر ہوا تھا کہ ایک وہ وقت تھا کہ مولانا کمپیئرنگ کر کے مجھے خطاب کی دعوت دیتے تھے اور آج ان کا احسان مند انہیں خطاب کی دعوت دے رہا ہے۔ محترم شاہین احسان مغل جب ملتے تو مولانا کے متعلق کوئی نہ کوئی معلومات فراہم کر دیتے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یکم جنوری 2004ء صبح کی نماز ادا کرتے ہوئے ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ تقریباً ایک ماہ بعد انہیں افاقہ ہوا لیکن زبان پر اثر قائم رہا۔ اس کے باوجود پانچ وقت مسجد میں آ کر نماز پابندی سے ادا کرتے اور جماعت کے اجلاسوں میں لاہور، اکوڑہ خٹک، ڈیرہ اسماعیل خان، چنیوٹ، چناب نگر کے تفصیلی دورے کرتے رہے۔ حتیٰ کہ فالج کے دوسرے حملہ سے چند گھنٹے قبل انہوں نے اکوڑہ خٹک کی جامعہ حقانیہ میں ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کے لئے ٹکٹیں بھی ریزرو کروالیں تھی۔ لیکن قدرت کو منظور نہ تھا انہوں نے ظہر کی نماز ادا کی اور حسب معمول تلاوت کی اور پھر آرام کے لئے لیٹ گئے۔ تو فالج کا دوسرا حملہ ہوا جو انتہائی شدید تھا۔ 29 ستمبر 2004ء بروز بدھ بعد عصر کی اذان کے وقت انتقال کر گئے۔ مرزا شاہین احسان مغل نے ان کی جدائی کی خبر پہنچانے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ خواجہ محمد صادق کے چاہنے والوں کا ایک جم غفیر امڈ آیا، ہر آنکھ اشکبار تھی کہ ان کا دوست ان کا مخلص ساتھی ان سے بچھڑ گیا۔ جمعیت علماء اسلام کے سربراہ MMA کے نائب صدر مولانا سمیع الحق نے نماز جنازہ پڑھائی۔ خواجہ محمد صادق مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیاں اور چار بیٹے ودیعت فرمائے۔ ایک بیٹی اور بیٹے کے علاوہ باقی سب شادی شدہ ہیں۔ انکے فرزندان حبیب الرحمٰن، جمال عبدالناصر، حافظ محمد عبداللہ، حافظ محمد ثاقب اپنے والد کی طرف شریف النفس ہیں۔ خواجہ محمد صادق کے دونوں بھائی خواجہ حافظ محمد طارق اور خواجہ خالد محمود محبت کرنے والے نیک سیرت انسان ہیں اور اپنے مجاہد بھائی کی طرح اسلامی فکر کی ترویج کیلئے ہمہ تن مصروف عمل ہیں...... خواجہ محمد صادق کے انتقال سے سرگودھا ایک محب وطن عالم دین سے محروم ہو گیا ہے۔ ان کی کمی ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی۔

دارالافتاء

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مفتی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جبری اور اختیاری پراویڈنٹ فنڈ کا شرعی حکم اور کاشتکاری میں عشر کی ذمہ داری کس پر ہے؟

محترمی ومکرمی حضرت مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

GP فنڈ پر اضافے سے متعلق مختلف آراء/ فتاوی

جبری پراوڈنٹ فنڈ: جی پی فنڈ پر لازمی کٹوتی ہوتی ہے جس پر ہر سال ملازم کو اضافہ ملتا ہے مگر وہ اضافہ اسے معلوم نہیں ہوتا، البتہ اس اضافہ کے تعین کا اعلان ادائیگی کے وقت کر دیا جاتا ہے کہ اصل زر پر کس تناسب سے اضافی رقم کی ادائیگی ہوگی۔

اختیاری پراوڈنٹ فنڈ: جی پی فنڈز میں مذکورہ بالا لازمی کٹوتی کے علاوہ ملازم اپنے اختیار سے اس میں اضافہ بھی کرسکتا ہے جس پر اسے اضافہ شدہ رقم کے تناسب سے سالانہ اضافہ ملتا ہے مگر یہ اضافہ بھی نامعلوم ہوتا ہے، سال کے آخر میں ادائیگی کے وقت حکومت حساب لگا کر ملازم کے فنڈ میں اضافے کی مقدار کے تعین کا فیصلہ کرتی ہے۔

۱۔ قاضی صدر الدین کے نزدیک جی پی فنڈ کی لازمی اور اختیاری کٹوتی دونوں پر اضافہ سود کے حکم میں ہے (Encl.1)

۲۔ وفاقی شرعی عدالت کے نزدیک بھی جی پی فنڈ اختیاری اور لازمی کٹوتی پر اضافہ سود کے حکم میں ہے۔ (Encl.2)

۳۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے نزدیک جی پی فنڈ کی لازمی کٹوتی پر اضافہ لینا جائز ہے، اور اختیاری کٹوتی پر اضافہ سود ہے (Encl.3)

۴۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا گوہر الرحمان مرحوم اور مفتی تقی عثمانی صاحب کے فتووں کے مطابق جی پی فنڈ اختیاری اور غیر اختیاری دونوں پر اضافہ حرام نہیں ہے، مگر اختیاری کے اضافہ سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ شبیہ بالربا ہے، اور کہیں لوگ اس کو سود خوری کا ذریعہ نہ بنالیں۔ (Encl.4)

۵۔ مفتی رشید احمد مرحوم کے نزدیک جی پی فنڈ پر اضافہ جائز ہے۔ (Encl.5)

۶۔ مفتی غلام الرحمان صاحب کے نزدیک جی پی فنڈ اختیاری اور لازمی دونوں پر اضافہ جائز ہے، ان کے مطابق اختیاری

اور غیر اختیاری کے جواز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (Encl.6)

۷۔ڈاکٹر طاہر القادری کے مطابق یہ ایک ویلفیئر سکیم ہے اس پر ملنے والا اضافہ بالکل جائز ہے۔ (Encl.7)

پاک فضائیہ سے متعلق لوگ ہم سے بار بار استفسار کرتے ہیں کہ جی پی فنڈ پر اضافے کی حلت یا حرمت کے بارے میں قطعی واضح اور دوٹوک مدلل فتویٰ درکار ہے۔ درج بالا باہم متصادم فتاویٰ کی مدد سے تو کسی ایک حتمی رائے پر پہنچنا مشکل ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ مذکورہ بالا فتاویٰ کے تناظر میں اپنی مدلل رائے سے نوازیں تاکہ ہم اپنے ادارے میں لوگوں کو ذہنی اور فکری اضطراب سے نکال سکیں اور منسلکہ مواد فتویٰ کے ساتھ ہی واپس فرمائیں۔

ونگ لمانڈ ضمیر اختر خان

ڈائریکٹر آف موٹیویشن اینڈ ریلیجس افیرز' ئیر ہیڈکوارٹرز پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

الجواب وباللہ التوفیق

سرکاری اور دیگر محکموں میں جو تنخواہ دی جاتی ہے وہ دو قسم کے رقوم سے مرکب ہوتی ہے: (۱) اصل تنخواہ (۲) دیگر الاونسز، اور اس مجموعہ تنخواہ۔ سے ملازم کی بہترین معاشرتی مستقبل کے لئے حکومت یا پرائیویٹ ادارہ ایک مخصوص رقم ماھانہ یا سالانہ کاٹی ہے اس کو پر ویڈنٹ فنڈ کہا جاتا ہے۔ لہذا جب ملازم نوکری سے خود یا پنشن پر علیحدہ ہوتا ہے تو وہ جمع شدہ رقم مع اضافہ کے ساتھ ملازم کو ملتا ہے مگر یہ کٹوتی ملازم کو تنخواہ دینے سے پہلے کی جاتی ہے بایں وجہ ملازم کٹوتی کا مالک نہیں ہوتا اسلئے کہ جب تک ملازم خود یا اسکا وکیل اس پر قبضہ نہ کرے وہ اسکا مالک متصور نہیں ہوتا، البتہ اس کو صرف مطالبے کا حق حاصل ہوتا ہے کما فی البحر الرائق (قوله بل بالتعجيل او بشرطه او بالاستيفاء او بالتمكن يعني لا يملك الاجرة الابواحد من هذه الاربعة والمراد انه لا يستحقها المؤجر الابذلك اشار اليه القدوري في مختصره لانها لو كانت ديناً لايقال انه ملكه المؤجر قبل قبضه واذا استحقها المؤجر قبل قبضها فله المطالبة بها وحبس المستاجر عليها وحبس العين عنه وله حق الفسخ ان لم يعمل له المستاجر كذا في المحيط لكن ليس له بيعها قبل قبضها (البحر الرائق ۷/ ۳۰۰)

اس لئے ملازم غیر مقبوضہ مال میں آزادانہ تصرفات نہیں کرسکتا چنانچہ عدم ملکیت کی وجہ سے حکومت اس پر ٹیکس وغیرہ بھی نہیں لگاتا۔ اس قسم کی کٹوتی کی دو قسمیں ہوتی ہیں (۱) جبری پراویڈنٹ فنڈ (۲) اختیاری پراویڈنٹ فنڈ،

جبری جی پی فنڈ میں ہر ملازم سے اس کی تنخواہ میں لازمی کٹوتی ہوتی ہے، البتہ اختیاری کٹوتی میں ملازم کی مرضی کو دخل ہوتا ہے اگر وہ اپنے اختیار سے کٹوتی چاہتا ہے تو ٹھیک ورنہ اس کو مجبور نہیں کیا جاتا۔

اور حکومت اپنی طرف سے ان رقوم میں جو کچھ تصرفات کرنا چاہتی ہے اسکو اختیار حاصل ہوتا ہے۔ البتہ حکومت ادائیگی کے وقت ملازمین کو ان جمع شدہ رقوم سے اضافی رقم دیتی ہے، شرعی اصول کے مطابق یہ اضافہ حکومت یا دیگر اداروں کی طرف سے ھدیہ، تبرع کے زمرے میں داخل ہے، اسلئے کہ موجر یا حکومت اور کسی پرائیوٹ ادارے کیلئے جائز ہے کہ وہ مزدور کو اسکی مقرر مزدوری سے زیادہ دے جیسا کہ امام بخاریؒ کے اس قول سے پتہ چلتا ہے۔ من استاجر اجیراً فترک أجره فعمل فیه المستاجر فزاد ومن عمل فی مال غیره فاستفضل (صحیح بخاری ۱/۳۰۲) لہذا اس اضافہ پر ربا (سود) کی تعریف صادق نہیں۔ کیونکہ ربا کل قرض جر نفعاً فهو ربا (الحدیث) سے عبارت ہے۔ اور قرض وہاں متحقق ہوتا ہے جہاں کوئی شخص اپنا مملوکہ مال کسی کو اضافے کی شرط پر دے دے جبکہ حکومت یا نیم سرکاری ادارہ وغیرہ کے پاس جو رقم بصورت پراویڈنٹ فنڈ جمع ہوتی ہے، اس میں تنخواہ دار کی ملکیت متحقق نہیں ہوتی، اور اسی فقدانِ ملکیت کی وجہ سے جی، پی فنڈ میں جمع شدہ رقوم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ جبری کٹوتی میں تو بات بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی کٹوتی پر اضافی رقم سود میں داخل نہیں، اور اسی کو ہمارے اسلاف حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دیگر اکابرین نے بھی اختیار کیا ہے چنانچہ حضرت تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

سوال: گورنمنٹ دریافت کرتی ہے کہ ہر ملازم اپنی تنخواہ میں ۶ ۱/۲ سے ۱۲ ۱/۲ فی صد تک کے حساب سے ہر مہینہ خزانہ سرکار میں جمع کرے اور وہ کل رقم جو سرکاری کی نوکری ختم ہونے پر پنشن کی صورت میں یا خود نوکری چھوڑ دینے پر اس وقت کل روپیہ اس کے بمعہ چار روپیہ فیصد سود کے سرکار واپس دے گی؟

الجواب: اس مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ تنخواہ کا کوئی جز اس طرح وضع کرا دینا اور پھر یکمشت وصول کر لینا اگر اسکے ساتھ سود کے نام سے کچھ رقم ملے یہ سب جائز ہے کیونکہ درحقیقت وہ سود نہیں ہے، اس لئے کہ تنخواہ کا جو جز وصول نہیں ہوا وہ اس ملازم کی ملک میں داخل نہیں ہوا پس وہ رقم زائد اسکی مملوک شئی سے منتفع ہونے پر نہیں دی گئی، بلکہ تبرع ابتدائی ہے، گو گورنمنٹ اس کی اپنی اصطلاح میں سود ہی کہے (امداد الفتاویٰ ۳/۱۴۹)

البتہ اختیاری کٹوتی میں مسئلہ الگ ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ یہ رقوم ملازم کی ملکیت میں نہیں آئے ہوتے ہیں اور وہ انکا مقبوضہ مالک نہیں ہوتا، لیکن اگر وہ ان رقوم کو حکومت یا ادارے سے لینا چاہے تو لے سکتا ہے، چھوڑنے پر اسکو مجبور نہیں کیا جاتا تو گویا اس استحقاق سے ایک طرف ملازم کی ان رقوم میں ملکیت ثابت ہے مگر ملازم اس کے باوجود وہ اپنے اختیار سے حکومت یا ادارے کے پاس صرف اس غرض سے مخصوص رقم اپنی تنخواہ سے کٹوا رہا ہے تاکہ

ادائیگی (وصولی) کے وقت وہ حکومت یا ادارے سے اضافی رقم لے لے اور یہی اختیار اس اضافہ میں سود کا شبہ پیدا کرتا ہے، اس لئے اختیاری کٹوتی پر اضافہ میں اگرچہ حقیقی ربا موجود نہیں مگر شبہ ربا ضرور ہے۔ اس لئے اختیاری جی پی فنڈ کے اضافہ سے اجتناب کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ اختیاری کٹوتی کے ذریعہ اضافی رقم کا حصول سودخوری کا ذریعہ اور سبب بنتا ہے جبکہ اسلام نے ترک شبہات کا حکم دیا ہے کما فی جامع الترمذی باب ما جاء فی ترک الشبهات: عن النعمان بن بشیرؓ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول الحلال بیّن والحرام بیّن وبین ذلک امور مشتبهات لایدری کثیر من الناس ام من الحلال ام من الحرام فمن ترکها استبرأ لدینه وعرضه فقد سلم ومن واقع شیئاً منها یوشک ان یواقع الحرام (جامع ترمذی ۱/۲۲۹)

اور علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے فتتحقق بوجوده شبهة علة الربا فتثبت شبهة الربا مانعة کحقیقة الربا بالاجماع علی منع بیع الاموال الربویة مجازفة وان ظنّ التساوی وتماثلت الصبرتان فی الرؤیة ولیس فیه الاشبهة ثبوت الفضل ...لان لشبهة العلة حکم العلة فیثبت به شبهة حکم العلة وحکم العلة هو حرمة التفاضل والنساء (فتح القدیر ۶/۱۵۴، ۱۵۵)

گویا خلاصہ یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ میں جو کٹوتی جبری طور پر ملازمین کی تنخواہوں سے ماہانہ یا سالانہ کی جاتی ہے اور پھر ریٹائرمنٹ کے بعد حکومت یا پرائیویٹ ادارہ ملازم کو جمع شدہ رقم کے علاوہ اضافی رقم دیتا ہے، یہ اضافی رقم نہ سود ہے اور نہ اس میں سود کا کوئی شبہ ہے، اس لئے ملازم کیلئے اس رقم کا لینا اور اس کو اپنے استعمال میں لانا جائز اور حلال ہے۔ البتہ جو کٹوتی اختیاری طور پر ملازم کی تنخواہ سے ہوتی ہو اور ریٹائرمنٹ پر حکومت یا ادارہ ملازم کو جمع رقم کے ساتھ جو اضافی رقم ملتی ہے، اگرچہ حقیقی معنوں میں سود نہیں مگر اضافہ کی لالچ سے اختیار اور رضا سے کٹوتی کروانے کی وجہ سے اضافہ مشابہ بالربا ضرور ہے اور اس کے علاوہ اس عمل کو سودخوری کا ذریعہ بنا لینے کا بھی خطرہ ہے۔ اسلئے اس اضافی رقم سے اجتناب کیا جائے پہلے تو ادارہ سے وصول نہ کرے اور اگر وصول کرلیا ہو تو اسکو صدقہ کرے یہی رائے متحقق اور اقرب الی الصواب ہے اور اسی کو اکابر علماء کرام نے اختیار کیا ہے، ملاحظہ ہو (فتاوی رحیمیہ ۹/۲۷۲)

هذا ما ظهر لی والله اعلم وعلمه اتم

مختار اللہ حقانی

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کاشتکاری میں عشر کی ذمہ داری کس پر ہے؟

محترمی ومکرمی جناب مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے

''ارض مستاجرہ میں عشر کس پر واجب ہے'' اس سلسلے میں جامعہ دارالعلوم کراچی کی مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کا ایک اجلاس ہوا جس میں مجلس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اس بارے میں صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے قوی ہے نیز فقہاء احناف میں سے بہت سے اصحاب الترجیح نے بھی صاحبین کے مسلک کو اختیار کیا ہے' اس لئے اس قول کو اختیار کرنا اقرب الی الفقہ ہے' مجلس کا طے شدہ فیصلہ ارسالِ خدمت ہے۔

تاہم ملحوظ کے اندر مجلس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ چونکہ عصرِ حاضر میں زرعی اخراجات میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے' اس لئے عام طور مستأجر کے لئے کل پیداوار کا عشر ادا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ نیز اس مشکل کا تعلق صرف مستاجر سے نہیں بلکہ اگر کوئی شخص زمین خرید کر خود کاشت کرے تو بھی زرعی اخراجات میں بہت زیادہ اضافہ ہوجانے کی وجہ سے خود مالک زمین کے لئے بعض اوقات کل پیدوار کا عشر ادا کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ ائمہ متبوعین کے اقوال کی روشنی میں اس مشکل کا کوئی ایسا حل تجویز کیا جائے جس کی وجہ سے ان صورتوں میں عشر کی ادائیگی آسان ہو۔

چنانچہ مطلوبہ حل کے تلاش کے لئے مجلس کا اجلاس ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۸ مئی ۲۰۰۵ء کو جامعہ ہذا کے دارالافتاء میں ہوا۔ جس میں اس کے تین حل اراکین مجلس کے سامنے آئے۔

۱۔ مؤنۃ الارض میں کل تین طرح کے اخراجات شامل ہیں۔

الف: وہ اخراجات جو زمین کو سیراب کرنے پر ہوتے ہیں' جیسے پانی کا خرچہ

ب: وہ اخراجات جو فصل کی کاشت میں ہوتے ہیں جیسے کیڑے مار ادویات استعمال کرنا' کھاد ڈالنا وغیرہ۔

ج: وہ اخراجات جو فصل پکنے کے بعد اس کی کٹائی' صفائی اور اس کے سنبھالنے پر ہوتے ہیں' جیسے کٹائی اور تھریشر کے اخراجات وغیرہ۔

ان میں سے پہلے اخراجات کا منہانہ ہونا تو منصوص ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ''ماسقته السماء ففيه العشر وما سقى بغرب او دالية ففيه نصف العشر'' البتہ دوسرے اور تیسرے قسم کے اخراجات منہا کرنے پر غور ہوسکتا ہے (مالکیہ کے راجح قول کے مطابق ایسے اخراجات منہا ہوسکتے ہیں)

۲۔ جس طرح وجوب زکوۃ کے مسئلہ میں ''دین'' کو منہا کرکے بقیہ مال پر زکوۃ پر واجب ہوتی ہے اسی طرح

عشر کے اندر بھی دین کو منہا کر کے باقی ماندہ پیداوار کا عشر ادا کیا جائے (حنابلہ کے راجح قول کے مطابق دین مانع عشر ہے اور اس طرح کی ایک روایت امام اعظم رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے)

۳۔ وجوبِ عشر کے لئے نصاب کم از کم پانچ وسق (یعنی تقریباً پچیس من چوبیس سیر) مقرر کیا جائے۔ (یہ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے)

آپ سے گزارش ہے کہ ازراہ کرم ارسال کردہ تحریر پر غور فرما کر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں نیز اس بات سے آگاہ فرمائیں کہ کیا اخراجات میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اداءِ عشر میں پیش آمدہ مشکل کے حل کے لئے درج بالا صورتوں میں سے کسی صورت کے اختیار کرنے کی واقعی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو ان میں کس قول کا اختیار کرنا حالاتِ زمانہ کے اعتبار سے اقرب الی الفقہ ہونے کے ساتھ ساتھ کاشتکاروں کے لئے باآسانی قابل عمل ہو۔

واجرکم علی اللہ تعالیٰ

(عبدالرؤف سکھروی) نائب مفتی دارالافتاء دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

کاشت کاری کے جو طریقہ کار عمومی طور پر رائج ہیں دو طرح کے ہیں۔

(۱) طریقہ بٹائی کا ہے جیسے پشتو زبان میں (برخہ) کہا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ زمین کا مالک کاشتکار کو کاشت کے لئے زمین دے دیتا ہے اور زراعت پر جتنی لاگت آتی ہے وہ دونوں کے مابین طے شدہ معاہدے (نصف یا ثلث حصے) کے مطابق تقسیم ہوتا ہے البتہ بیج کا معاملہ الگ ہے، جس بیج پر زیادہ خرچہ آتا ہو وہ دونوں کے مابین طے شدہ معاہدہ کے مطابق تقسیم ہوتا ہے مثلاً آلو، کچالو، لہسن وغیرہ اور جس بیج کی قیمت زیادہ نہ ہو تو وہ کاشتکار کے ذمہ ہوتا ہے، زمین کا مالک اس میں حصہ دار نہیں بنتا، مثلاً گندم، مکئی وغیرہ اس طریقہ زراعت میں زمین سے جتنی پیداوار حاصل ہوتی ہے وہ حسب معاہدہ دونوں کے مابین تقسیم ہوتی ہے۔ مالک زمین کو اپنا حصہ پیداوار مل جاتا ہے اور کاشتکار اپنا حصہ پیداوار گھر لے جاتا ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ اجارہ (ٹھیکہ) کا ہے کہ زمین کا مالک کاشتکار سے یہ طے کر دیتا ہے کہ میں تمہیں زمین دیتا ہوں تم سال میں دو یعنی گندم اور مکئی کے فصلوں میں فی کنال اتنی گندم اور اتنی مکئی یا اس کی مروجہ قیمت اجارہ میں دو گے، اس طریقہ کار میں مالکِ زمین کا زمین کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہیں رہتا اور کاشتکار کو مکمل اختیار ہوتا ہے اگر وہ چاہئے تو اس زمین میں گندم اور مکئی کاشت کرے اور اگر چاہے تو کوئی دوسری فصل کاشت کرے، اسی طرح اس کو یہ بھی اختیار ہوتا

ہے کہ وہ اس زمین سے سال بھر میں دو فصل لے یا تین یا چار‘ مالک زمین اس پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا‘ لیکن اس طریقہ کار میں پیداوار پر جملہ خرچہ چاہیے بیج‘ کھاد زرعی ادویات کی صورت میں ہو یا زمین کو جوتنے اور اس کی آبپاشی کی صورت میں ہو‘ سارا خرچہ کاشتکار کے ذمے ہوتا ہے‘ مالکِ زمین اس میں حصہ دار نہیں ہوتا۔

اور نظامِ عشر میں یہ بات بالکل واضح اور مسلّم ہے کہ عشر کا تعلق پیداوار کے ساتھ ہے‘ زمین یا فرد کے ساتھ نہیں یہی وجہ ہے کہ عشر کے وجوب کے لئے نہ عقل ضروری ہے اور نہ بلوغ اور نہ زمین کی ملکیت ہے۔ اسی لئے نابالغ‘ مجنون اور اوقاف کی زمینوں سے جو پیداوار حاصل کیا جائے اس پر بھی عشر واجب ہے:

جیسا کہ علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے: وملک الارض لیس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملک الخارج فیجب فی اراضی التی لامالک لها وفی الارض الموقوفة لعموم قوله تعالیٰ یایها الذین امنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض واتوا حقه یوم حصاده وقول النبی ﷺ ماسقته السماء ففیه العشر وما سقی بغرب او دالیة ففیه نصف العشر ولانّ العشر یجب فی الخارج لافی الارض فکان ملک الارض وعدمه بمنزلة واحدة (بدائع ۲/۵۶) تو گویا معلوم ہوا کہ عشر کا تعلق پیداوار سے ہے‘ زمین یا مالک زمین سے نہیں‘ بلکہ جس کی ملکیت میں پیداوار چلی جائے اسی پر اس پیداوار کا عشر لازم ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی تقریباً مسلّم اور حقیقت پر مبنی ہے کہ زرعی ترقیات کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہوا ہے پہلے زمانے میں جس زمین میں فی کنال ایک‘ دو من گندم اور ایک دو من مکئی پیدا ہوتی تھی آج اس زرعی اخراجات کی وجہ سے اسی زمین میں فی کنال ۶‘ ۷ من گندم اور ۶‘ ۷ من مکئی پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح اس زرعی ترقیات کی وجہ سے آج کل وہ پھل‘ اور سبزیاں ایسے موسموں میں بازار میں مہیا ہیں جن کا پہلے زمانے میں تصور بھی ممکن نہ تھا تو لازمی بات ہے کہ جس طرح اس زرعی اخراجات کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہوا اور پہلے زمانے کے اعتبار سے بے موسم پھل اور سبزیاں وجود میں آئیں تو لازماً اس سے زرمبادلہ بھی اضافہ ہوگا‘ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ زراعت پر کھاد‘ زرعی ادویات وغیرہ کی صورت میں جو اخراجات آتے ہیں وہ کل پیداوار کے برابر یا اس سے زیادہ نہیں ہوتے‘ البتہ بسا اوقات ایسا ممکن ضرور ہے مگر اس میں بھی یا تو آسمانی آفات داخل ہوتے ہیں یا وہ خود کاشتکار کی لاپرواہی اور زرعی ادویات کے بروقت استعمال نہ کرنا داخل ہوتا ہے لیکن ایسا ہوتا شاذ و نادر ہے‘ ہم نے اس بارے میں کئی چھوٹے بڑے کاشتکاروں سے معلومات حاصل کیں‘ انہوں نے یہی جواب دیا کہ ایسا ہونا شاذ و نادر ہوتا ہے‘ اسلئے زرعی اخراجات کا منہا کرنا نصوص شروع کے اطلاقی تصریحات کیخلاف ہے۔ اور اسی طرح زرعی ادویات کا قرضہ وجوب عشر سے مانع ہونا بھی درست نہیں۔...... اب جہاں تک وجوبِ عشر کا تعلق ہے کہ کس پر یہ وجوب عائد ہوتا ہے؟ تو لہذا بٹائی کے طریقہ

کاشت میں دونوں (زمین کا مالک اور کاشتکار) طے شدہ حصوں کے مطابق پیداوار کے مالک ہوتے ہیں اس لئے اس پیداوار کا عشر بھی دونوں پر لازم ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں فاما علی مذهبهما المزارعة جائزة عندهما والعشر يجب في الخارج والخارج بينهما فيجب العشر عليها (بدائع ۲/۵۲)

اسی کو علامہ شامیؒ نے بھی ترجیح دی ہے' ان المزارعة جائزة عندهما والعشر يجب في الخارج والخارج بينهما فيجب العشر عليهما (شامی ۲/۷۵) اور اسی پر ہمارے اکابر اہل علم نے بھی فتویٰ دیا ہے چنانچہ فتاویٰ مفتی محمود میں ہے'

الجواب: مزارعت صحیحہ میں عشر زمیندار اور مزارع دونوں پر بقدر حصص ہے یعنی پیداوار عشر ادا کرنے کے بعد تقسیم کریں گے (فتاویٰ مفتی محمود ۳/۲۷۹)

اور احسن الفتاویٰ میں ہے' عشر اور خراج مقاسمہ میں یہ تفصیل ہے کہ مزارعت صحیحہ میں عشر زمیندار اور مزارع دونوں پر بقدر حصص ہے یعنی عشر یا خراج مقاسمہ مشترک طور پر ادا کرنے کے بعد پیداوار کو تقسیم کریں گے (احسن الفتاویٰ ۴/۳۴۵) اور اسی طرح آپ کے مسائل اور ان کا حل اور فتاویٰ دار العلوم دیو بند وغیرہ دیگر فتاویٰ جات میں بھی ہے۔

البتہ اجارۃ (ٹھیکہ) کے طریقہ مزارعت میں چونکہ زمین کی جملہ پیداوار کا مالک کاشتکار ہوتا ہے' زمین کے مالک کو صرف طے شدہ اجارہ گندم' مکئی' یا نقدی کی صورت میں ملتا ہے چاہیے اس وقت زمین میں کچھ بھی کاشت ہوا ہو اس لئے اس پیداوار کا عشر مستاجر (کاشتکار) ہی پر واجب ہونا چاہیے اور یہی حنفیہ میں صاحبین اور ائمہ ثلاثہ (شافعیؒ مالکؒ احمدؒ) کا مذہب ہے۔

اگر چہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اجارہ میں پیداوار کا عشر مالکِ زمین پر لاگو ہے' كما في الهندية:
ولو اجر أرضا عشرية كان العشر على الاجر عند ابي حنيفة وعندهما على المستاجر (الفتاویٰ الهندیۃ ۱/۱۸۷)

وفي خلاصة الفتاوى: ولو اجر أرضة العشرية كان العشر على رب الارض عند ابي حنيفة وعندهما على المستاجر (۱/۲۴۵)

بعض فقہاء احناف نے امام صاحبؒ کے قول کو مفتی بہ کہا ہے۔

كمافي الدار المختار: والعشر على الموجر كخراج موظف وقالا على المستاجر كمستعير مسلم في الحاوي وبقولهما ناخذ علامہ شامیؒ اس کے ذیل میں لکھتے ہیں: قلت لكن افتى بقول الامام جماعة من المتاخرين كالخير الرملي في فتاواه وكذا تلميذ الشارح الشيخ اسماعيل الحائك مفتي دمشق وقال حتى تفسد الاجارة بالشرط خراجها اوعشرها على المستاجر كما في الاشباه وكذا حامد افندي العمادي

وقال في فتاواه قلت: عبارة الحاوي القدسي لاتعارض عبارة غيره فان قاضي خان من اهل الترجيح فان من عادته تقديم الاظهر والاشهر وقد قدّم قول الامام فكان هو المعتمد وافتى به غير واحد منهم زكريا افندي شيخ الاسلام وعطاء الله (ردالمختار۲/۳۳۴)

لیکن اہل تحقیق متاخرین فقہاء کرام نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے، اور اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے، جیسا کہ علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے والعشر على الموخر كخراج موظف وقالا على المستاجر كمستعير مسلم وفي الحاوي وبقولهمانا خذ (الدرالمختار علی صدر والمختار۲/۳۳۴)

اور اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے اکابر علماء کرام نے بھی اسی پر فتاوی دیا ہے۔ جیسا کہ علامہ وھبہ زحیلی فرماتے ہیں، وخالفه الصاحبان فقالوا الزكاة على المستاجر لان العشر يجب في الخارج والخارج ملك المستاجر فكان العشر عليه كالمستعير لكن الفتوىٰ على قول الامام وعليه العمل لأنه ظاهر الرواية فان كان ايجاب الزكوة على المستاجر انفع للفقراء وجبت عليه وبه افتى المتاخرون (الفقہ الاسلامی وادلتہ۲/۸۲۰)

اور عزیز الفتاویٰ میں ہے:

الجواب: قول صاحبین کے موافق زمین عشری کا عشر بذمہ مستاجر ہے، في الدارلمختار وقال على المستاجر اور باب العشر میں یہ بھی ہے ویحب مع الدين الخ ان روایات کے موافق عشر پیداوار کا اس پر واجب ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ۱/ ۳۵۸)

اور قاضی عبدالکریم کلاچوی مدظلہ نے لکھا ہے:

الجواب: صاحبین کے قول کے مطابق عشر مستاجر پر ہے اور فتوی پر اسی پر ہے۔ (نجم الفتاویٰ ۲/۳۴۴)

اور فتاویٰ مفتی محمود میں ہے: الجواب: قول صاحبین کے موافق زمین عشری کا عشر بذمہ مستاجر ہے۔

في الدر المختار: وقالا على المستاجر كمستعير مسلم وفي الحاوي وبقولهما ناخذ وفي الشامية فلا ينبغي العدول عن الافتاء بقولهما في ذلك موجودہ زمانہ میں عموماً اجرت کم لی جاتی ہے۔ مستاجر کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے عشر مستاجر پر ہوگا۔ (فتاوی مفتی محمودؒ ج:۳، ص:۲۵۹)

اور فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

الجواب: زمین جو نقد پر کرایہ پر دی، اس کے عشر میں خلاف ہوگا امام صاحب مالک سے سب دلا دیں گے۔ ظاہر ہے صاحبین مستاجر سے سب دلا دیں گے یہ ظاہر ہے (تالبقات رشیدیہ ص ۳۶۷)

اور حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے:

الجواب: فی الدار المختار : والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولھما ناخذ...... وفی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیھما بالحصة۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر زمین کرایہ پر ہے تو بقول مفتیٰ بہ کاشتکار پر ہے، اور اگر بٹائی پر ہے اور تخم بھی کاشتکار کا ہے تو زمیندار اور کاشتکار دونوں پر اپنے حصہ کی قدر ہے۔ (۔امداد الفتاویٰ ج:۲ص:۶۰)

اسی طرح احکام زکوٰۃ (از مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ میں ہے:

جو زمین کسی کو ٹھیکہ یا مقاطعہ پر معینہ رقم کے معاوضہ میں دی گئی ہو اس کی پیداوار کا عشر ٹھیکہ دار کے ذمہ ہے، مالک زمین کے ذمہ نہیں، اور جو بٹائی پر دی جائے اس کا عشر مالکِ زمین اور کاشتکار دونوں پر اپنے حصہ پیداوار کے مطابق ہے۔(از بہشتی زیور، حکیم الامت تھانویؒ) (احکام زکوٰۃ ص ۱۰۸)

اور اسی طرح اسلام کا نظامِ اراضی میں ہے: اسی طرح ملکیت زمین بھی وجوب عشر کے لئے شرط نہیں اس لئے اراضی وقف جن کا کوئی مالک نہیں ہوتا ان پر بھی عشر لازم ہے، نیز جس شخص کی زمین اپنی نہیں کسی سے بطور عاریت کے لی ہے، یا اجارہ اور کرایہ پر لے لی ہے، اور اس میں زراعت کرتا ہے تو پیداوار کا عشر اسی شخص کے ذمہ ہے جو پیداوار حاصل کرتا ہے مالک زمین کے ذمہ نہیں (اسلام کا نظام اراضی ص ۱۸۹)

اور یہی بات زمانہ حال کے زراعت کے مطابق درست اور صحیح معلوم ہوتی ہے، اور صاحبین کے قول پر فتویٰ دینا زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ نصوص شرع مثلاً ومما اخرجنا لکم الارض واتو احقه یوم حصاده (الایۃ) اور ماسقته السماء ففیه العشر وما سقی بغرب او دالیة ففیه نصف العشر (الحدیث) اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ زراعت میں وجوب عشر کا تعلق پیداوار سے ہے، لہذا پیداوار جس کے قبضہ میں ہو وہی اسی کا مالک ہے اور وہ ہی اسی پیداوار کا عشر ادا کرے گا۔ چونکہ اجارۃ کا طریقہ مزارعت میں پیدوار کا مالک کاشتکار ہوتا ہے مالک زمین کا تعلق تو صرف طے شدہ معاہدہ کے مطابق اجارہ سے ہوتا ہے، اسلئے عشر کی ادائیگی کاشتکار پر لاگو ہے اور یہی بات نصوص شرع کے موافق ہے۔ جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا دار الافتاء اور ناچیز راقم الحروف جامعہ دار العلوم کراچی کی مجلس تحقیق کے طے شدہ فیصلے سے اتفاق کرتا ہے۔

ھذا ماظھر لی واللہ اعلم وعلمه اتم

مختار اللہ حقانی

خادم دار الافتاء وشعبہ تخصص والفقہ جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۱۸/ اگست ۲۰۰۵ء

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی

موبائل فون ___ کتنا مفید کتنا مضر؟

عقیدہ کے انکار پر مبنی جدید تہذیب نے انسانی زندگی کے ہر میدان میں جو زہریلے بیج بوئے ہیں ان میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ''عقیدہ'' کو چیلنج کیا جاسکتا ہے' مگر سائنس کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ سائنسی اصول و ایجادات واکتشافات سب بدلنے والی چیزیں ہیں اور بدلتی رہتی ہیں اور حقیقی قرآنی سائنسی مزاج تو ایسا ہی ہونا چاہیے جو کہ نسل انسانی کو مسلسل تحقیق وجستجو وتفکر اور تدبر میں لگائے رکھے۔ مگر اس کو ''العلم'' کا یہ ''عقیدہ'' کا درجہ نہ دے' کیونکہ بدلنے والا علم ازلی ابدی حقائق کے معاملہ میں رہنمائی سے قاصر ہے۔ پچھلے تین سو سالوں میں سائنسی تحقیق کے نام پر جس طرح عوام کا استیصال کیا گیا وہ اس سے ہرا ہی ہے جتنا الزام مذہب یا دیگر نظریات پر لگایا گیا ہے کہ انہوں نے عقیدہ کی طاقت کا غلط استعمال کیا اور عوام کو گمراہ کر کے فوائد بٹورے۔ یہی کام سائنس اور ٹیکنالوجی کے نام پر انڈسٹری کے گٹھ جوڑ کیساتھ پوری دنیا میں ہوتا رہا ہے۔ دنیا کو سائنس کے نام پر ریسرچ کے نام پر بیوقوف بنایا جارہا ہے' سائنس وہی مانی جاتی ہے جو انڈسٹری کو فائدہ پہنچائے' مگر وہ ریسرچ جو انڈسٹری کو فائدہ نہ پہنچائے وہ کبھی بھی شاہ سرخیوں میں نہیں آپاتی

سائنس کے نام پر بہت سے جھوٹ پھیلائے گئے اپنے کاروباری مقاصد حاصل کئے گئے' ڈبہ کا دودھ بیچنے کیلئے ماں کی صحت کے نام پر جھوٹا پروپیگنڈہ کیا گیا' کیمیائی کھادوں کو بیچنے کے لئے قدرتی کھاد کو غیر سائنسی بتایا گیا' وقتاً فوقتاً خطرناک قسم کی ٹیکنالوجی کو مفید بتا کر معاشرہ کو لوٹا گیا' خطرناک ادویہ کو ریسرچ ادویہ بتا کر پوری پوری نسل کو تباہ کیا گیا' اور نیوکلیائی اور کیمیاوی ہتھیاروں کی ٹیکنالوجی کے ذریعہ انسانوں کی ''خدمت'' کا سائنسی ریکارڈ پہلی' دوسری جنگ عظیم ہیروشیما' ناگاساکی اور ایران' ویتنام کی جنگ میں استعمال کئے گئے امریکی کیمیاوی ہتھیاروں کی تباہیوں کی شکل میں محفوظ ہے' بڑے بڑے باندھ بنا کر زمینوں کو بنجر کردیا گیا' اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس بھی نوعیت کی صلاحیت اور طاقت دی ہے اگر وہ خدا بیزاری اور اللہ کے آگے جوابدہی کے احساس سے عاری ہے تو وہ انسانیت کی خدمت نہیں کرسکتی' اگر جزوی فائدہ ہوگا بھی تو نقصان بہت بڑا ہوگا۔ پچھلے پچاس سالوں میں خاص طور پر ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجہ میں طرح طرح کے آلات ومشینری وجود میں آرہی ہیں' جن کو انتہائی زبردست پروپیگنڈہ کے بل بوتے پر دلکش بنا کر پیش کیا جاتا ہے' بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ ایجاد یا آلہ تو بہت نقصان دہ تھا۔ مگر اس وقت تک جو نقصان ہوتا ہے وہ ہو چکا

ہوتا ہے۔ حال کے دنوں میں ٹی وی، کمپیوٹر اور موبائل فون اور موٹر گاڑیاں ان چند آلات ومشینوں میں سے ہیں جن کی کھپت بے اندازہ بڑھی ہے۔ T.V اور کمپیوٹر کے زیادہ استعمال پر مستقلاً اب اطلاعات آ رہی ہیں کہ اس کے کیا کیا مضر اثرات، تابکاری اثرات انسانی جسموں پر پڑ رہے ہیں۔ آج موبائل فون کے کثرت استعمال کے مضمرات پر غور کرنا مقصود ہے۔

ٹاٹا میموریل اسپتال ممبی کے ماہر ڈاکٹر راکیش جلای جو دماغی رسولیوں کے ماہر ہیں انہوں نے بتایا کہ نومبر ۲۰۰۴ء میں سوئیڈن کے کیرونسکا انسٹیٹیوٹ سے جاری شدہ رپورٹ کے مطابق اگر آپ پندرہ سال سے زائد عرصہ سے موبائل فون کا استعمال کر رہے ہیں تو آپ کی قوت سماعت سے متعلق عصب Acoustic neyre میں ٹیومبر رسولی ہونے کا خطرہ دوسروں کے مقابلہ میں دوگنا ہو جاتا ہے۔ اس بیماری میں قوت سماعت اور چہرہ کے عضلات کے افعال متاثر ہو جاتے ہیں۔ سوئیڈن کی ہی ایک اور تحقیق کے مطابق جو ۲۰۰۱ء میں شائع ہوئی ہے کے مطابق جو لوگ موبائل فون استعمال کرتے ہیں ان کے دماغ میں رسولی ہونے کی شرح عام انسانوں سے ڈھائی گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ سائنسدان جارج لیولیس کارلو کا دعویٰ ہے کہ ان کے چھ سال کے وسیع تجزیہ کے نتائج بتاتے ہیں کہ سیل فون کے تابکاری اثرات کے نتیجہ میں دماغ میں خوردبینی مرکزہ پیدا ہو جاتے ہیں جو کینسر کی ابتداء کے لئے ذمہ دار ہوتے ہیں، کارلو نے اپنی تحقیقات سے فون انڈسٹری اور USFDA کو آگاہ کراتے ہوئے سیل فون کے ایسے اشتہارات پر پابندی لگانے کی سفارش کی تھی جس کے ذریعے نوجوانوں کو خریدار بننے پر راغب کیا جاتا ہے، مگر امریکی سرکار نے ان کی سفارش خارج کر دی۔

ڈاکٹر راس ایڈی جو ریڈیو لوجیکل تابکاری کے حیاتیاتی اثرات کے کیلی فورنیا یونیورسٹی کے ماہر ہیں۔ کہتے ہیں کہ ''سیل فون جو مائیکرو ویو پیدا کرتے ہیں ان کے انسانی سر کے قریب ہونے کی وجہ سے یہ لہریں دماغ کے افعال میں سیدھا مداخلت کرتی ہیں، سیل فون استعمال کرنے والوں کی نیند کے اوقات میں تبدیلی نوٹ کی گئی ہے۔''

یونیورسٹی آف واشنگٹن کے ڈاکٹر نریندر سنگھ اور ہنری لائی کی تحقیق جو ۲۰۰۴ء میں منظر عام پر آئی ہے، کے مطابق کم سطح کے برقی مقناطیسی اثرات کے تحت دماغ کے خلیات اور DNA کو نقصان پہنچتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں دماغ کے ایسے امراض ہوتے ہیں جس کا علاج فی الحال ناممکن ہے''

ایک اور رپورٹ کے مطابق '' کچھ دہائیوں کے مستقل استعمال کے بعد سیل فون استعمال کرنے والوں کی پوری نسل درمیانی عمر تک پہنچتے پہنچتے اس کے بد اثرات سے متاثر ہو جائے گی۔

ہنگری کے سائنسدانوں کے سروے ۲۰۰۴ء کے مطابق پینٹ کے پیچھے کی جیبوں میں فون رکھنے والوں کے کرم منویہ میں 30% کی کمی آ گئی ہے۔ ٹائمز آف انڈیا ۳۱ ر اکتوبر ۲۰۰۴ء جہاں تک موبائل فون کے مضر اثرات کی

بات ہے اس پر سالوں سے کام کر رہی سیل فون کمپنی کے اعلیٰ انتظامی افسر او دے۔ کے۔ گھوش کا کہنا ہے کہ ہم نے سالوں سے اس موضع پر لاکھوں ڈالر خرچ کر کے کام کیا ہے، ہم نے جانورں، چوزوں اور چوہوں پر تجربات کئے ہیں اور ہمارے نتائج 55% تک مستقل ہیں ان میں وقت گزرنے کے ساتھ تبدیلی نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ سیل فون کے تابکاری کے اثرات یقینی طور پر انسانوں کے لئے مضر ہیں، اس سے حافظہ کمزور ہوسکتا ہے، قوت فکر متاثر ہوسکتی ہے، برتاؤ میں تبدیلی ہوسکتی ہے، دماغ کی نشوونما رک سکتی ہے، اور افعال متاثر ہوسکتے ہیں، یہ سب جانورں میں یقینی طور پر محسوس کیا گیا ہے، انسانوں میں بھی یہ مضر اثرات یقینی ہیں۔ کیونکہ جانوروں پر کئے گئے تجربات کے نتائج کم وبیش انسانوں پر بھی عموماً یکساں ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پھر دنیا بھر کے صحت سے متعلق ادارے کیوں چپ ہیں اور اقوام متحدہ کا ادارہ برائے صحت WHO کیوں خاموش ہے؟ مسٹر گھوش کہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ حکومتیں اور سرکاری ادارہ سیل فون کے کثرت استعمال کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ خاص طور سے بچوں اور نوعمروں کو منع کر رہے ہیں۔ مگر وہ ٹیلی کمیونی کیشن صنعت کی طرح یہ نہیں اعتراف کر سکتے کہ یہ عام طور سے خطرناک ہے۔ حکومتوں کو سگریٹ پر یہ وارننگ لکھنے پر کہ تمباکو نقصاندہ ہے اس سے کینسر ہوسکتا ہے ۲۰۰ سال لگے ہیں۔ کیا ہم سیل فون کے معاملہ میں بھی اگلے ۲۰۰ سال انتظار کر سکتے ہیں کہ جب تک یہ قطعی طور پر یہ ثابت ہو ہم (یعنی حکومتیں) احتیاطی وارننگ جاری نہیں کریں گے؟

یہ سائنس کے عقلیت پسند اور حقیقت پسند ہونے کے کھوکھلے دعویٰ کی ادنیٰ مثال ٹائمز آف انڈیا ۱۵ر نومبر ۲۰۰۴ء ہے۔ اس لئے سائنس کے نام پر ہر نئی چیز کو فوری قبول کر لینا یا رڈ کر دینا خود سب سے بڑا غیر سائنسی فعل ہے۔ سائنس کے نام پر پروپیگنڈہ کے بل پر صنعت کاروں کے استحصال کے خلاف عوامی شعور بیدار کرنا پوری انسانیت کی خدمت ہے۔ اس کام میں ہر انسانیت دوست کو شامل ہونا چاہیے۔

اقتدار کے ایوانوں میں
شریعت بل کا معرکہ

...... از ......

حضرت مولانا سمیع الحق

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ، آغاز، رفتار کار، صبر آزما مراحل کی لحظہ بہ لحظہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہاد افغانستان اور اہم قومی وملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

جلسہ دستار بندی وتقریب ختم بخاری شریف:

مورخہ یکم ستمبر ۲۰۰۵ء کو طے شدہ پروگرام کے مطابق دارالعلوم حقانیہ میں تقریب ختم بخاری شریف اور جلسہ دستار بندی کا انعقاد ہوا۔ حسب روایت اس سال بھی اس مبارک تقریب میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ اس موقع پر ایک ہزار (۱۰۰۰) سے زائد فضلاء متخصصین اور حفاظ کرام کی دستار بندی ہوئی۔ نماز ظہر کے بعد باقاعدہ تقریب کا آغاز ہوا سب سے پہلے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر سیر حاصل خطاب فرماتے ہوئے فضلاء کو اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے تیار رہنے کی تلقین کی۔ دارالعلوم کے نائب مہتمم استاذ حدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ نے حاضرین اور معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ اس مبارک تقریب میں ملک کی اہم شخصیات ممبران قومی وصوبائی اسمبلی اور سینٹرز حضرات اور دیگر کئی اہم علمی اور سیاسی شخصیات نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں ملک کے دیگر بڑے بڑے شہروں کراچی، لاہور، ملتان، بلوچستان سے بھی جید علماء تشریف لائے تھے۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کے دعائیہ کلمات پر اس تقریب کا اختتام ہوا۔ تقریب میں ایران سے آئے ہوئے حقانیہ کے سابق فضلاء حضرت مولانا ابراہیم فاضلی صاحب، مدیر دارالعلوم تعلیم القرآن والسنہ (مشہد ایران) بھی اپنے ساتھیوں سمیت خصوصی شرکت کے لئے تشریف لائے۔ ان کی خواہش اور اساتذہ کے تبرکاً ان کی بھی دستار بندی کی۔

دارالعلوم کے سالانہ امتحانات

مورخہ ۲۷ راگست بروز ہفتہ ۲۰۰۵ء کو دارالعلوم کے تمام درجات کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے۔ بحمدللہ امتحانات بخیر وخوبی اساتذہ کرام کی نگرانی میں اختتام پذیر ہوئے پھر دستار بندی وتقریب ختم بخاری شریف کے بعد بروز ہفتہ وفاق المدارس کے زیر انتظام امتحانات ہوئے اور ۶ دن جاری رہنے کے بعد ختم ہوئے۔

دارالعلوم میں ملکی اور غیر ملکی صحافیوں کی آمد:

گزشتہ دنوں امریکہ کے معروف ٹی وی چینل CBS کے 60 منٹ کے مقبول عام پروگرام کے پروڈیوسر آئی روزن اور عالمی شہرت کے حامل کمپیئر سٹیو کرافٹ نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملکی اور عالمی صورتحال پر تفصیلی انٹرویو لیا۔ انٹرویو کا دورانیہ تقریباً دو گھنٹے جاری رہا۔ اس کے علاوہ وائس آف امریکہ واشنگٹن کے اہم

نمائندے بھی حضرت مولانا صاحب سے انٹرویو کے لئے دارالعلوم تشریف لائے۔ان کے علاوہ پاکستان کے معروف ٹی وی چینل ''آج'' کے شہرت یافتہ صحافی و کمپیئر جناب طلعت حسین صاحب نے بھی حضرت مولانا اور دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کا تفصیلی انٹرویو لیا۔اس بحث ومباحثہ پرمبنی پروگرام کو دنیا بھر میں بہت سراہا گیا اور اسی طرح معروف پشتوٹی وی چینل ''خیبر'' نے بھی دارالعلوم اور حضرت مولانا مدظلہ پر تفصیلی کئی پروگرام گزشتہ ماہ نشر کیے۔مولانا نے ان تمام انٹرویوز اور مکالموں میں عالم اسلام کے حساس مسائل بالخصوص پاکستان کے دینی مدارس کے بارے میں اٹھائے گئے پروپیگنڈہ کے اصل عزائم اور حقائق کا پردہ چاک کرنے کی کوشش کی۔

مدارس کی رجسٹریشن کے مسئلہ پر منعقدہ اجلاس میں حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کی شرکت:

۲۲/اگست ۲۰۰۵ء بروز پیر کو حکومت اور مدارس کے درمیان رجسٹریشن کے مسئلہ پر غور وخوض کیلئے علمائے اہل سنت والجماعت کیطرف سے جامعہ محمودیہ اسلام آباد میں بہت بڑا اجتماع منعقد ہوا۔جسمیں ملک بھر کے سینکڑوں مدارس کے مہتممین و منتظمین نے شرکت کر کے اپنی آراء کا اظہار فرمایا۔جامعہ حقانیہ کے نائب مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوارالحق نے شرکت کر کے اجلاس میں مدارس کیخلاف عالم کفر کے عزائم کا ذکر کرتے ہوئے ارباب مدارس کو رائے عامہ کے بیدار اور ہم خیال بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔انہوں نے کہا کہ تین سالوں میں اغیار کے احکامات کی بجا آوری میں بڑھے اہم ملکی وملی مسائل پر یوٹرن لینے کے بعد بھی عزت مند مسلمانوں کا میدان عمل میں نہ نکلنا بہت بڑے خطرے کی گھنٹی ہے پاکستان کے دین کے نام پر مرمٹنے والے مسلمانوں کی آواز اور اللہ کی امداد سے دین کے ان قلعوں کو بچایا جاسکتا ہے

وفیات:

مولانا نجم الرحمانؒ کی وفات:

قحط الرجال کے اس دور میں باعمل وباکردار علماء کا اس دنیا سے اٹھ جانا بہت بڑا سانحہ ہے۔جامعہ حقانیہ کے ہزاروں فضلاء میں ایک صالح ومعتدین عالم دین مولانا نجم الرحمانؒ ساکن جلوزئی جنہوں نے حقانیہ سے ۱۹۷۰ء میں فراغت کے بعد اپنے جہد مسلسل سے مخلص علمائے طبقہ میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔اپنے شیخ ومربی حضرت مولانا عبدالحقؒ کے تاحیات خادمِ خاص، وفادار اور اپنے مرکز علمی حقانیہ کی ترقی کیلئے ہمہ وقت مصروف عمل رہے آپکی عمر کا بیشتر حصہ دین کی اشاعت میں گزارا۔گزشتہ دنوں مختصر بیماری کے بعد ۸/اگست ۲۰۰۵ء کو دار بقاء کی طرف چل پڑے۔ جامعہ حقانیہ کے جناب مہتمم صاحب وجملہ منتظمین انکے اہل وعیال کیساتھ شریک تعزیت اور درجات عالیہ کیلئے دعاگو ہیں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مہتمم جامعہ حقانیہ ونائب مہتمم مولانا انوارالحق وتمام اساتذہ نے جنازہ میں شرکت کی ادارہ آپکے صاحبزدگان جناب حافظ عبدالباسط، مولانا الیاس حقانی، جناب حسین احمد اور مولوی تحسین اللہ سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

حضرت مولانا فضل معبود صاحبؒ کی جدائی:

اکوڑہ خٹک کے قریب موضع میاں عیسیٰ کے رہنے والے ایک قدیم فاضل حضرت مولانا فضل معبود صاحبؒ اچانک دل کا دورہ پڑھنے سے انتقال کر گئے۔ مرحوم نے ابتداء سے آخر تک تمام کتب دارالعلوم میں پڑھیں۔ اپنے گاؤں وارد گرد علاقہ میں احکامات دینیہ کی اشاعت کیلئے ساری عمر سرگرم عمل رہے۔ اپنے استاذ و مربی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا نام سنتے ہی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔

شیخ کی زندگی اور اسکے بعد وفات تک جمعہ کی ادائیگی کیلئے گرمی وسردی کی پرواہ کئے بغیر انکی مسجد میں آتے۔ حضرت شیخ اور اب ان کی اولاد کے الیکشن میدان میں آنے کے مواقع پر گھر بار چھوڑ کر مہم میں مصروف ہو جاتے۔ ان کے اہل وعیال اور روحانی وعلمی تربیت گاہ کیلئے ان کی جدائی افسوسناک ہے مگر امید ہے کہ اعمال صالحہ اور صالح کردار کیوجہ سے رب العزت انہیں درجات فائزہ سے نوازیں گے۔ اسی طرح دارالعلوم کے ایک بہت ہی مخلص اور تعلیم القرآن سکول کے سابق استاد جناب ممتاز گل صاحبؒ 18 جولائی ۲۰۰۵ء کو پشاور میں قتل کر دیئے گئے۔ آپ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے انتہائی معتقدین میں سے تھے۔ عمر بھر دارالعلوم اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ وابستہ رہے۔ ان کے رفع درجات کیلئے قارئین الحق سے دعاؤں کی اپیل ہے۔

فاضل دیوبند حضرت مولانا فضل غنیؒ کی رحلت:

حضرت مولانا فضل غنی صاحبؒ فاضل دیوبند آف میاں خان ضلع مردان بھی گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔ آپ دارلعلوم کے جید استاد مولانا حافظ شوکت علی صاحب کے چچا تھے۔ اور الحق کے انتہائی پرانے قاری تھے۔ آپکے پسماندگان جو تمام حقانیہ سے فیضافتہ ہیں جن میں مولانا اشرف علی حقانی، مولانا حافظ اختر علی (منسٹر اریگیشن)، مولانا رشید احمد حقانی قابل ذکر ہیں۔ ادارہ ان کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے اور حضرت مرحوم کے رفع درجات کے لئے دعا گو ہے۔

جناب کرنل عبدالجبار خانؒ کی وفات:

دارالعلوم کے شوریٰ کے ایک اہم رکن اور انتہائی مشفق اور معاون جناب کرنل عبدالجبار خان صاحب آف مردان بھی گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔ مرحوم ساری عمر دارالعلوم حقانیہ کی تعمیر وترقی میں پیش پیش رہے۔ آپ کی عقیدت حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے ساتھ بڑی گہری تھی۔ آپ نے دارالعلوم کے لئے زندگی بھر اہم خدمات سرانجام دیں۔ قارئین سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی التجا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے ان کے گھر جا کر پورے خاندان سے اظہار تعزیت دارالعلوم میں ان تمام مخلصین ومعاونین کے لئے فاتحہ خوانی اور دعائیں کی گئیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال ۲۷۔۱۴۲۶ھ۔۶/۲۰۰۵ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
دورہ حدیث	پیر	14 نومبر 2005
دورہ حدیث	منگل	15 نومبر 2005
موقوف علیہ	بدھ	16 نومبر 2005
درجہ تکمیل، سادسہ	جمعرات	17 نومبر 2005
درجہ خامسہ	ہفتہ	19 نومبر 2005
درجہ رابعہ	اتوار	20 نومبر 2005
درجہ ثالثہ	پیر	21 نومبر 2005
درجہ ثانیہ، اولیٰ	منگل	22 نومبر 2005
اعدادیہ، متوسطہ	بدھ	23 نومبر 2005 (**افتتاح** انشاءاللہ)

شعبہ حفظ

درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان سے ۱۰ شوال تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائینگی۔ حفظ کے خواہشمند طلباء ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ کیلئے ۱۳۔۱۴ شوال بمطابق 17-16 نومبر بروز بدھ، جمعرات صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ بلائینگے۔ صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائیگی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء و تخصص فی الحدیث

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتا و تخصص فی الحدیث کیلئے درخواستیں ۱۱ شوال تا ۱۴ شوال بمطابق 14 نومبر تا 17 نومبر وصول کی جائیں گی۔ امتحانی ٹیسٹ ۱۶ شوال بمطابق 19 نومبر بروز ہفتہ صبح 10 بجے ہوگا۔ جن میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور وفاق کے امتحان میں کم از کم جید جداً حیثیت حاصل کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ نیز اردو، عربی زبانوں پر بھی مکمل عبور حاصل ہو۔

نوٹ: (۱) تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ 2 سال ہوگا (۲) گزشتہ سال درجہ اعدادیہ سے لیکر درجہ رابعہ تک اسباق اردو میں پڑھائے گئے، امسال درجہ اعدادیہ سے لیکر درجہ سادسہ تک تمام اسباق اردو میں پڑھائیں جائیں گے۔ لہٰذا اردو زبان سمجھنے والے طلباء کرام داخلہ لے سکتے ہیں۔ درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لیں گے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہو۔

دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز

ان شاءاللہ دارالعلوم کے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز 23 نومبر ۲۰۰۵ء بروز بدھ ہوگا

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

نام کتاب: الجمع بین الاثار مؤلف: محمد ایوب الرشید ضخامت : ۸۱۸صفحات

قیمت: -/۵۹۶ ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

امام الائمہ فقیہ الامۃ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ہزاروں روایاتِ فقہیہ مختلف ائمہ کرام نے نقل کئے ہیں۔ مگر راویان میں امام ابویوسفؒ جو فقہاء احناف میں دوسرے نمبر پر ہیں اور امام محمدؒ جو تیسرے نمبر پر ہیں زیادہ مشہور معروف ہیں' فقہ حنفی کی احیاء اور دنیا کے کونے کونے تک اس فقہ کی رسائی ان دونوں آئمہ کرام کا کارنامہ ہے۔ اجتہاد مطلقہ کے مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود دونوں حضرات نے اپنے شیخ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا دامن پکڑے رکھا' اور اپنے استاذ کے وضع کردہ اصول پر استنباط واستخراج احکام کا کام کرتے رہے' زیر نظر کتاب بھی ان آئمہ اعلام کے متفقہ روایات کا ایک مجموعہ ہے۔ جو انہوں نے اپنے شیخ امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے نقل کئے ہیں۔ جس کو مولانا محمد ایوب الرشیدی صاحب مدظلہ نے جمع کر کے طالبان علوم دینیہ کو ایک بیش قیمت تحفہ عنایت کیا ہے۔ پھر عظیم محدث اور محقق' حضرت العلامہ مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی صاحب مدظلہ رئیس قسم التخصص فی علوم الحدیث النبوی ﷺ بجامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن کا فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر پر محیط مقدمہ سونے پر سہاگہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کا مطالعہ ہر طالب علم کیلئے انتہائی ضروری اور مفید ہے' زمزم پبلشرز کراچی کا یہ عظیم پیشکش ہر کتب خانے کی زینت ہے

نام کتاب: شرح العقیدۃ الطحاویۃ تصنیف: علامہ عبدالغنی المیدانی الحنفیؒ

ضخامت: ۱۵۴ صفحات قیمت: -/۱۴۰ ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

عقیدۃ طحاویہ جس کا اصل نام بیان السنۃ والجماعۃ ہے' اس کتاب کے مؤلف مصر کے ممتاز محقق اور مشہور و معروف محدث وفقیہ امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی الازدی الحنفیؒ ہیں۔ امام مزنی شافعیؒ کے شاگرد اور رشتے میں بھانجے ہیں' فقہاء احناف میں آپ کا مقام طبقہ ثالثہ یعنی اصحاب الترجیح میں ہے۔ آپؒ نے حدیث' فقہ اور تفسیر میں عمدہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی آپ کے مقبول عام کتابوں میں سے ایک ہے۔ امام سبکیؒ نے اشاعرہ کے ہاں اس کو معتمد کتابوں میں شمار کیا ہے' اسی وجہ سے یہ کتاب وفاق المدارس العربیۃ کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ اس کتاب کی کئی شروح لکھی جا چکی ہیں۔ ہر شرح دوسرے شروح سے مختلف اور لعل و جواہر سے بھرپور ہے مگر علامہ عبدالغنی المیدانی

الحنفیؒ المتوفی ۱۲۹۸ھ کی شرح العقیدۃ الطحاویۃ ایک نایاب موتی کی حیثیت رکھتا ہے۔ زمزم پبلشرز کراچی نے اس کو شیخ محمد مطیع الحافظ اور محمد ریاض المالح کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ شائع کر کے اہل علم پر بڑا ہی احسان کیا۔ اللہ تعالیٰ ادارہ کو مزید اس قسم کے نایاب کتابوں کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائیں۔

نام کتاب: حیات ابن مریم علیہ السلام ترجمانی: مولانا ابوطلحہ محمد صغیر استاد معھد الانوار دیوبند

ضخامت: ۴۴۰ صفحات قیمت: -/۲۴۰ روپے ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

امام العصر، استاد العلماء خاتم المحدثین والفقہاء حضرت العلامہ مولانا شاہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی تبحر علمی اور عبقریت ایک مسلمہ حقیقت ہے، علوم و معارف اور ذہانت میں آپؒ کا کوئی ثانی نہ تھا، درس و تدریس کے ساتھ آپؒ نے احیاء ختم نبوت میں بھی جو کردار ادا کیا ہے وہ بھی کسی پر مخفی نہیں، مرزا غلام احمد دجال کا تعاقب کوئی آسان نہ تھا، اس کی بعض الحادی دعوے اور تحریفات ایسی تھیں۔ جن کا جواب علماء کرام کے لئے ایک چیلنج تھا، حضرت علامہ انور شاہؒ نے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے ان کا جواب دے کر اس فتنہ کا قلع قمع کیا اور لوگوں پر ان کا دجل و فریب آشکار کیا بلکہ بہاولپور کی عدالت میں اس کے الحاد اور کفر کے سینکڑوں دلائل پیش کر کے عدالت کو اس کے کفر کا فیصلہ کرنے پر مجبور کیا۔ دوسری طرف آپؒ نے اس فتنے کے خلاف علماء کرام کو مسلح کرنے کے لئے مختلف کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان کتابوں میں ایک عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰؑ بھی ہے یہ کتاب دراصل عربی زبان میں ہے، چونکہ علامہ صاحبؒ ایک بلا ساحل سمندر تھے آپ کے علوم کا احاطہ کرنا ہر ایک کی بس کی بات کام نہیں تھی۔ اس لئے اس مشکل کی وجہ سے اس کتاب سے استفادہ محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ علامہ صاحبؒ کے چشم و چراغ علامہ انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ کی زیر نگرانی مولانا محمد صغیر صاحب (پرتاپ گڑھی) نے اس عظیم المرتبہ کتاب کی تسہیل اور ترجمانی کی اور ہر خاص و عام کے فائدہ کیلئے اردو زبان میں ڈالا جس کو ادارہ زمزم پبلشرز کراچی نے عمدہ کاغذ اور بہترین لمونیشن جلد میں شائع کر کے ہر خاص و عام پر احسان فرمایا۔ علامہ صاحبؒ کی ہر کتاب تمام کتب خانوں کے لئے جزء لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔

نام کتاب: آئینہ اصول حدیث (دو حصے) مؤلف: مولانا مفتی محمد انعام الحق قاسمی، دار العلوم عالیپور گجرات انڈیا

قیمت: حصہ اول: ۴۵ روپے۔ حصہ دوم: ۸۰ روپے ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

احادیث مبارکہ کے مقام استدلال جاننے کے لئے اصول حدیث کا علم حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے، یہ فن جتنا مشکل ہے اتنا نصاب تعلیم میں اس لحاظ سے شامل کتاب بہت ہی کم ہے۔ اور اس کتاب کی تدریس بھی عموماً سرسری طور پر ہوتی ہے، اس لئے تدریس اور مطالعہ کیلئے آسان اور عام فہم الفاظ میں اصول حدیث کی اصطلاحات اور ضروری

معلومات پر مبنی کتاب کی ضرورت تھی۔ جس کی تکمیل کیلئے اہل حضرات نے سعی اور کشش کی ہے مگر مولانا مفتی محمد انعام الحق قاسمی صاحب مدظلہ (دارالعلوم عالی پور گجرات انڈیا) نے مزید عام فہم اور قدر تفصیل کیساتھ آئینہ نے دو حصوں میں کتاب مرتب فرمائی۔ آپ مدظلہ پہلے حصے میں اصول حدیث کے مصلحات کو اجمالی طور پر بیان کیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں تفصیل کے ساتھ اس علم کو آشکارہ کرنے کی سعی بلیغ کی ہے' گویا یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے اور ہر طالب علم کی اصول حدیث کے لئے تشنگی کا ذریعہ۔ ادارہ زمزم پبلشرز کراچی نے عمدہ کاغذ بہترین ڈیزائن اور لمونیشن کارڈ میں شائع کیا ہے یقیناً یہ کتاب ہر کتب خانے کے لئے زینت ہے۔

کتاب: تحفہ عثمانیہ اردو شرح العقیدۃ الطحاویہ   شارح: مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی

ضخامت: ۳۹۱ صفحات   قیمت: درج نہیں۔   ناشر۔ دارالتصنیف جامعہ عثمانیہ پشاور

زیر تبصرہ کتاب کے متعلق برادر محترم حضرت مولانا مفتی غلام الرحمان صاحب مہتمم جامعہ عثمانیہ رقمطراز ہیں۔

''موجودہ دور میں قادیانیت فتنہ انکار حدیث' استشراق اور دوسرے فرق ضالہ کو دیکھتے ہوئے جدید علم کلام کی تدوین کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے لیکن پھر بھی قدیم علم کلام کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں۔ درس نظامی کی اکثر کتابیں قدیم علم کلام کی اصطلاحات اور افکار سے بھری پڑی ہیں اس لئے جدید علم کلام کی ضرورت کے باوجود قدیم علم کلام سے استغناء ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں شرح عقائد و خیالی جیسی کتابیں درس نظامی کا لازمی حصہ رہی ہیں کچھ مدت سے وفاق المدارس العربیہ نے العقیدہ الطحاویہ کو نصاب کا لازمی حصہ قرار دیا ہے۔ اختصار پسندی اور علمی امور پر حاوی ہونے کی وجہ سے قدم بقدم اس کی شرح کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ الحمدللہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے جامعہ عثمانیہ پشاور کے استاذ حدیث اور شعبہ تصنیف و تالیف کے رفیق حضرت مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب سے لیا۔''

العقیدۃ الطحاویۃ حجۃ الاسلام حافظ الحدیث ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الازدی المصری الطحاوی المتوفی ۳۲۱ھ کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ علم الکلام اور عقائد کے متعلق یہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اور عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے وفاق المدارس العربیہ کے ارباب بست و کشاد اور اصحاب حل و عقد نے اس کو شامل نصاب کیا ہے۔ عربی زبان میں اس کی شروح موجود ہیں جس میں ابوالعز علی بن علی الدمشقی کی شرح مشہور ہے۔ لیکن ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کی ایک جامع شرح اردو زبان میں آ جائے۔ چنانچہ اسی ضرورت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے محترم مولانا مفتی ذاکر حسن صاحب نعمانی اس کی مبسوط اور عام فہم تشریح لکھنے کا بیڑا اٹھایا' اور بحمداللہ آپ اپنی کاوش اور محنت میں کما حقہ کامیاب ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کتاب اور دوسری تصانیف کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ اعلیٰ کاغذ مضبوط جلد اور دیدہ زیب کمپیوٹر کتابت نے کتاب کے صوری حسن کو دوبالا کیا ہے۔

بمقام **دارالعلوم مدنیہ** رسول پارک ملتان روڈ لاہور

بتاریخ **یکم شعبان تا ۱۹ رمضان المبارک** باسلوب **امام شاہ ولی اللہ** محدث دہلوی رحمۃ اللہ

دورۂ تفسیر قرآن

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا
مفتی محمد عیسیٰ خان
نہایت شرح وبسط سے پڑھائیں گے
انشاء اللہ

- موضوع سور
- دعاوی
- دلائل
- ہر سورۃ کا ماحصل
- سورکا باہمی ربط
- احکام واستنباط
- اعتبار وتاویل
- سیاست امامت وخلافت

پیش آمدہ جدید فقہی مسائل و دیگر اہم مباحث مدنظر ہونگے

اجمالی تعارف دارالعلوم مدنیہ لاہور

- دارالعلوم مدنیہ کیلئے دسمبر 1975ء میں قطعہ ارضی خریدا گیا۔
- دارالعلوم مدنیہ کی مسجد کا سنگ بنیاد ۳۔ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق 14۔اکتوبر 1977ء بروز اتوار وقت کے مشاہیر علماء کرام مشائخ عظام کے مبارک ہاتھوں رکھا گیا۔
- ابتدائی پانچ سال بانی مدرسہ حضرت مولانا محب الٰہی صاحب زید مجدہ تمام تدریسی وانتظامی ذمہ داریاں تنہا سرانجام دیتے رہے۔
- 3۔اکتوبر 1981ء کے بعد تقریباً ہر سال طلباء کی کثرت اور درس نظامی کے درجات میں ترقی کے باعث مدرسین میں اضافہ ہوتا رہا۔
- 1996ء۔ ۱۴۱۷ھ کو شعبان رمضان میں دورہ تفسیر کا آغاز ہوا جو مسلسل جاری ہے۔ جس میں علماء، وکلاء، پروفیسر، یونیورسٹیوں کے طالب علم اور درس نظامی کے منتہی طالب علم شریک ہوتے ہیں امتحان میں کامیاب ہونے والے حضرات کو اسناد دی جاتی ہیں۔
- دس سال کی قلیل مدت میں دارالعلوم علمی ترقی کی منازل طے کر کے موقوف علیہ تک جا پہنچا
- وفاق المدارس العربیہ سے الحاق نہ ہونے کے باوجود دارالعلوم میں داخل طلباء کی تعداد تین سو سے متجاوز ہے۔
- دارالعلوم میں مقیم طلباء کو رہائش، طعام، لباس، علاج، درسی کتب، ممر وغیرہ تمام سہولیات مدرسہ کی طرف سے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔
- اس وقت مدرسہ میں ۱۸ اساتذہ، ۲ خادم مسجد، ۲ ناظم، تین باورچی، ایک الیکٹریشن، ۲ دربان پر مشتمل ۲۸ افراد کا عملہ کام کر رہا ہے۔
- سالانہ اخراجات کا تخمینہ ۲۵ لاکھ روپے ہے۔ تعمیراتی اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ دارالقرآن والے احاطہ میں کمروں کی تعمیر جاری ہے۔
- تمام اخراجات اہل خیر کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ مدرسہ کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں اور نہ ہی مدرسہ کی طرف سے کوئی مختص سفیر چندہ وصول کرنے پر متعین ہے۔ اور نہ ہی مدرسہ کسی حکومتی ادارے سے زکوٰۃ وغیرہ سے تعاون لیتا ہے۔ اہل خیر خود تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

منجانب: **اراکین دارالعلوم مدنیہ رسول پارک لاہور** ☏ 042 7832305

پہنچنے کا راستہ: یادگار چوک سے مانگا والی ویگن، اسٹیشن سے ویگن نمبر 9 کوکا کولا موڑ مغرب کی طرف گلی میں

ہمدرد
روح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں روح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس۔
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
شربت روح افزا
Blitz DDB
WWW.hamdard.com.pk

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعوات حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	زیر طبع
۲۲	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰